سیّد حیدر بخش حیدری

دیوانِ حیدری

مرتبہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی

سلسلۂ مطبوعات اردو دنیا نمبر ۱۱

دیوانِ حیدری

مؤلفہ

سیّد حیدر بخش حیدری دہلوی

مرتبہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی ایم-اے، پی-ایچ-ڈی

پروفیسر و صدر شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور

تصنیف : سید حیدر بخش حیدری، دہلوی

ترتیب : ڈاکٹر عبادت بریلوی

مقدمہ : ڈاکٹر عبادت بریلوی

طباعت : پنجابی ادبی اکاڈمی پریس، لاہور

نشر و اشاعت : اردو دنیا، آرام باغ روڈ کراچی - ۱

تعداد : ایک ہزار

قیمت : چھ روپے

فہرست

غزلیات

الف

ق

ل

م

ن

و

ہ

ی

مخمس

قطعات

تعریف بنارس

در تعریف سراپائے جاناں

اشتیاق نامہ

قصائد بطور غزل

در مدح نواب علی ابراهیم خاں بہادر

در مدح عبدالرشید خاں

در مدح شیخ شکراللہ

در مدح لالہ موتی رام

پیش لفظ

یہ بات تو اب تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ سید حیدر بخش حیدری دھلوی فورٹ ولیم کالج کے سب سے اہم مصنف تھے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں اردو نثر کی سب سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں بلکہ بعض نئی اصناف ادب کے تجربے بھی کئے ہیں ۔ اس اعتبار سے ان کی مختصر کہانیاں غالباً سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں ۔ ان کہانیوں کو راقم نے مرتب کر کے شائع کر دیا ہے (۱) ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ فورٹ ولیم کالج کے دوسرے لکھنے والوں کی طرح صرف مترجم ہی نہیں تھے بلکہ ایک اعلی درجے کے تخلیقی فن کار تھے ۔ ان کی تصانیف اس حقیقت کو بھی ثابت کرتی ہیں کہ وہ اردو کے ایک بلند پایہ نثر نگار اور ایک اعلی درجے کے صاحب طرز انشاء پرداز تھے ۔

لیکن بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ انھوں نے نثر نگاری کے ساتھ ساتھ شاعری بھی کی تھی اور وہ ایک اعلی درجے کے شاعر تھے ۔ انھوں نے اپنا دیوان بھی مرتب کیا تھا ۔

---

(۱) مختصر کہانیاں مصنفہ سید حیدر بخش حیدری مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ شائع کردہ اردو دنیا کراچی ۱۹۶۴

لیکن ان کی نثر نگاری اور انشاء پردازی کو اتنی شہرت ہوئی کہ اس روشنی کے سامنے ان کی شاعری کے چراغ کی روشنی کچھ ماند سی پڑ گئی ۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کی شاعری کے فروغ نہ پانے کا ایک سبب ان کی نثر نگاری اور انشاء پردازی ضرور ہے ۔ لیکن اس کے علاوہ ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان کا کلام ہمیشہ عالم گمنامی میں رہا اور اس تک کسی کی رسائی نہ ہو سکی ۔

انگلستان کے دوران قیام میں مجھے سید حیدر بخش حیدری کے دیوان کے دو قلمی نسخے ملے ۔ ایک تو برٹش میوزیم لندن کے شعبہ مشرقی کے کتب خانے میں اور دوسرا باڈلین لائبریری کسفورڈ میں ۔

دیوان حیدری کے ان قلمی نسخوں کو دیکھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ حیدری شاعر کی حیثیت سے بھی ایک بلند مرتبہ شخصیت کے مالک تھے ۔ ان کی غزلوں نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا ۔ ان کا ایک ایک شعر مجھے تاثیر میں ڈوبا ہوا نظر آیا، اور میں نے یہ محسوس کیا کہ ان اشعار میں جو آواز گونج رہی ہے وہ کسی شخص کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز ہے ۔ اس آواز میں، بڑے ہی سوز و گداز، بڑی ہی شیرینی اور گھلاوٹ کی کیفیت تھی ۔ میں اس سوز و گداز، شیرینی اور گھلاوٹ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اور اپنے مزاج سے مجبور ہو کر اس حقیقت کو تلاش کرنے لگا کہ اس کا منبع کیا ہے ۔ چنانچہ اس دیوان کے ایک قلمی نسخے میں مجھے حیدری کی دو ایسی تحریریں ملیں جن میں اس واقعے کا ذکر تھا جس سے متاثر ہو کر حیدری نے شاعری شروع کی اور ایسے ایسے شعر کہے

کہ سوز گداز کے دریا بہا دئیے ۔

یہ واقعہ در اصل ان کے عشق کا واقعہ تھا ۔ عنفوان شباب ہی میں وہ ایک ماہ جبین عشوہ کار کے دام عشق میں گرفتار ہو گئے تھے ۔ اسی عشق کے گہرے اثرات کے تحت انہوں نے شاعری شروع کی اور اس طرح اپنے دل کے بوجھ کو ہلکا کیا ۔ اس واقعے کی تفصیل خود حیدری کی زبانی سنئیے ۔

ایک جگہ اردو میں اس واقعے کو اس طرح لکھتے ہیں :

”یہ کئی سطریں اس فقرے کے عذر میں ہیں ۔

موشگافان شاہد معانی اور غواصانِ بحر سخن دانی پر روشن ہو کہ یہ ضعیف و نحیف، ہیچ مدان، آمادۂ بے ہنری، حیدر بخش متخلص بہ حیدری ابتدائے جوانی سے ایک نازنین مہ جبین، دل آرام، نازک اندام، گلعذار، پری دیدار کے دام میں پھنسا ۔ بیت:

وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے
وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے

بیت :

اک ناز جس سے دھر میں فتنے ہیں صد ہزار
اک چشم جس سے شہر میں کشتے ہیں بے شمار

”اسی حالت میں بلبل قفسی کی مانند نالہائے حزیں موزون کرنے لگا ۔ آخر چند روز کے عرصے میں ایک مجموعہ اشعار کا بنا ۔ تب چند فقرے نثر کے بھی بہ طور تالیف و تصنیف کے اس سے الحاق کر کے صاحبان عالی طبیعت کے آگے بہ طریق ہدایہ و نذر کے رکھ دیا ۔ امیدوار اس بات کا ہے کہ اس کو چشم لطف سے ملاحظہ فرمائیں ۔ اور اس کے رطب و یابس پر نہ جائیں ۔ کیونکہ

کلام کسی بشر کا بلندی و پستی سے خالی نہیں - پھر مجھ سے بشر کے سخن میں اگر عیب ہوں تو کیا تعجب ہے - میں نے تو شعر گوئی میں کچھ کمال نہیں پیدا کیا - بلکہ عروض اور قافیے کو بھی بخوبی نہیں دیکھا - مع ہذا کار انسان نسیان ہے، اور سہو اس کا عنوان - اب اہل انصاف اور صاحبان الطاف کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ جہاں اس میں حسن دیکھیں اس کی داد دیں، اور جس جگہ عیب نظر پڑے اسے دامن اصلاح سے چھپاویں -،، (۱)

اور فارسی میں اس واقعے کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

''بر ضمیر منیر مہر نظیر ناقلان اسمار و طوطیان شکر شکن شیرین گفتار، محدثان حدیث و خوشہ چینان خرمن سخن صرافان دارلعیار معانی و دارالضرب نکتہ دانی و محققان شوق انگیز مہر اندوز و مدققان ذوق آمیز محبت آموز، و ہادیان رہ گم گشتگان بادیۂ نادانی و رہ نمایان صراط المستقیم جاودانی پوشیدہ و مخفی نماند کہ اضعف العباد، ہیچ مدان، فقیر حقیر سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری از عنفوان جوانی در تعشق و بلائے نازنین، صنمے، مہ جبینے، دلآرامے نازک اندامے، گلعذارے، ماہ رخسارے، آہو نگاہے، مژگان سیاہے، پستہ لبے، سیمیں غبغبے، مشکیں موئے، کمند گیسوئے، غنچہ دہنے، سیب ذقنے، شیرین زبانے، موئے میانے، سرو قدے، خورشید خدے سراپا نازے، عشوہ پردازے، مہر انگیزے، دلآویزے - بیت

نازے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر

اسیر گشتہ - دران حالت دل این بیدل چون بلبل مقفوس نالہائے موزون مانند قمری محبوس و آواز ہائے حزین آغاز کرد -

---

(۱) دیوان حیدری: قلمی نسخہ باڈلین آکسفورڈ - صفحہ ۲۸۲

آخر از خار خار فکر و خون خواری جگر مجموعۂ از گلہائے تازہ و بوستانے از سروآزدہ یعنی اشعار چند آمادہ ساخت ۔ بعدہ، فقرات چند نثر بہ طریق تالیف و تصنیف ملحق بہ آن نمودہ پیش نظر صاحبان عالی طبیعت بطور نذر و ہدیہ گزرانید ۔ امیہ آنست کہ این و ماندۂ صحرائے نادانی را بہ خارستان حرف گیری نکشند ۔ و اگر سہوے و خطائے واقع شدہ باشد بہ ذیل کرم بہ پوشند و ہرجا کہ آہو گیرند بکزلک اصلاح بتراشند (۲)

حیدری کی شاعری اسی واقعے کے گرد گھومتی ہے ۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ وہ اس کاروبار شوق کی ایک بڑی ہی لذیذ اور دلآویز داستان ہے جس میں جگہ جگہ اس کے مختلف اور متنوع پہلوؤں کی مصوری بڑی چابک دستی سے کی گئی ہے ؛ اور اس صورت حال نے اس کو ایک اچھا خاصا نگار خانہ بنا دیا ہے ۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس میں وسعت نہیں ہے ۔ تنوع بھی اس میں کم ہے ۔ گہرائی کا احساس بھی اس میں نہیں ہوتا ۔ فن کی پختگی بھی اس میں ہر جگہ نظر نہیں آتی ۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اس میں احساس کی جو شدت اور جذبے کی جو اخلاص مندی ہے، اس نے اظہار و ابلاغ کی سادگی کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ایک بڑے ہی دلکش روپ میں اپنے آپ کو رونما کیا ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ اردو شاعری کی روایت میں اس کا کوئی خاص مقام نہیں ہے لیکن اس کے باوجود وہ دلچسپ ہے اور ایک کرشمہ بن کر قدم قدم پر دامن دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے ۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اردو افسانے کے ایک اہم

---

(۲) دیوان حیدری : قلمی نسخہ باڈلین آکسفورڈ ص ۲۸۴

فنکار، ایک بہت بڑے نثر نگار اور ایک اعلی درجے کے صاحب طرز انشاء پرداز کے جذباتی نشیب و فراز کی کہانی ھے ؛ اور اس کہانی میں اس کی شخصیت کے بعض اھم پہلوؤں کو سمجھنے کا بڑا سامان ھے۔

میں نے اسی خیال سے حیدری کے اس کلام کو مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا ھے۔ دیوان حیدری کے جو قلمی نسخے مجھے دستیاب ھوئے ھیں ان میں غزلیں، ایک مخمس اور چند قطعات سب سے زیادہ اھم ھیں۔ اسی لئے فی الحال ان کو شائع کیا جا رھا ھے۔ بعض قطعات اور مخمس وغیرہ میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس لئے میں نے ان کو اس مجموعے میں شامل نہیں کیا۔ اس دیوان میں بعض قطعات مجھے ایسے ملے جن سے حیدری کی شخصیت اور شاعری پر روشنی پڑتی ھے۔ میں نے ان سے اپنے مقدمے میں کام لیا ھے۔ چنانچہ بیشتر قطعات اس کتاب میں آگئے ھیں بعض ایسے قطعات جو فحش تھے ان کو نظر انداز کر دیا ھے۔

دیوان حیدری اس سے قبل کبھی شائع نہیں ھوا۔ اب یہ پہلی بار منظر عام پر آ رھا ھے۔ اس لئے مجھے امید ھے کہ اس کو دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

یونیورسٹی اورینٹل کالج لاھور

١٦ نومبر ١٩٦٦ء

عبادت

مقدمہ

سید حیدر بخش حیدری دہلوی کی اہمیت کو بہت کم لوگوں نے جانا اور ان کے ادبی مقام کو بہت کم لوگوں نے پہچانا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے بارے میں ہماری تحقیق اور تنقید دونوں لکیر کی فقیر رہی ہیں۔ ڈیڑھ سو سال گزر جانے کے بعد بھی لوگ انہیں صرف توتا کہانی اور آرائش محفل کے مؤلف کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ان کی متعدد کتابوں کا ابھی تک کسی کو علم بھی نہیں ہو سکا ہے۔ ان میں سے بیشتر یورپ کے مختلف کتب خانوں میں ایک عالم کس مپرسی میں پڑی ہیں۔ ان کتابوں کا شائع کرنا تو درکنار ان میں سے بیشتر کا تو دیکھنا بھی کسی کو نصیب نہ ہو سکا۔ انگلستان کے دوران قیام میں مجھے خاصی تعداد میں ان کی ایسی کتابیں ملی ہیں جن کا اس سے قبل بہت کم لوگوں کو علم تھا۔ یہ کتابیں انہیں اپنے زمانے کا سب سے اہم مصنف ثابت کرتی ہیں۔ اور ان سے اس حقیقت کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ایک بلند پایہ انشاء پرداز اور ایک اعلی درجے کے تخلیقی فن کار تھے۔ یہ بات بھی ان تصانیف سے واضح ہوتی ہے کہ ان کا قلم صرف ترجمے ہی تک محدود نہیں رہا، طبع زاد تخلیقات کے میدانوں میں بھی اس نے اپنے

جوھر دکھائے ھیں - پھر سب سے بڑی بات یہ ھےان کہ تصانیف کے موضوعات مختلف اور متنوع ھیں - اس لئے ان سے یہ ثابت ھوتا ھے کہ وہ ادیب اور فن کار کی حیثیت سے ایک پہلودار، وسیع اور ھمہ گیر شخصیت کے مالک تھے - ان کی داستان گوئی اور افسانہ نگاری، شاعری اور تذکرہ نویسی سب اس خیال پر صداقت کی مہر لگاتی ھین -

یہ عجیب بات ھے کہ اپنے زمانے کے مشہور و معروف مصنف ھونے کے باوجود ان پر جیسا کام ھونا چاھیے تھا، وہ نہیں ھو سکا ھے - بہت کم لکھنے والوں نے ان کے حالات کا سراغ لگایا ھے اور ان کے ادبی مرتبے کی اندازہ دانی کی ھے - ان کے حالات کی تفصیل خود ان کے ھم عصروں کے ھاں نہیں ملتی - وہ شاعر تھے اور انھوں نے عنفوان شباب ھی میں شاعری شروع کر دی تھی - (۱) لیکن ان کے زمانے کے بیشتر تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر نہیں کیا ھے - نواب علی ابراھیم خلیل خان خلیل ان کے محسن اور مربی تھے اور حیدری نے ان سے بہت کچھ حاصل کیا تھا- لیکن تذکرۂ گلزار ابراھیم میں خلیل نے حیدری کا ذکر نہیں کیا ھے - مرزا علی لطف ان کے ھم عصر اور فورٹ ولیم کالج میں ان کے رفیق کار تھے لیکن لطف کا تذکرہ گلشن ھند بھی، حیدری کے ذکر سے خالی ھے - اردو شاعروں کے صرف تین تذکرے ایسے ھیں جن میں حیدری کا ذکر موجود ھے - ایک تو بینی نارائن جہان کا تذکرہ دیوان جہاں، دوسرا عبدالغفور نساخ کا تذکرہ سخن شعرأ اور تیسرا کریم الدین کا تذکرہ طبقات شعرائے ھند - بینی نارائن جہان نے اپنے تذکرے میں ان کے متعلق صرف یہ لکھا ھے:—

---

۱ دیوان حیدری: (غیر مطبوعہ) قلمی نسخہ باڈلین لائبریری آکسفورڈ

''حیدری تخلص: نام میر حیدر بخش، دلی کے رہنے والے، بالفعل مسند حیات پر موجود ہیں اور اس خاکسار کو نہایت ان کی خدمت میں بندگی ہے۔ اور اشعار اس طرح کے کہتے ہیں۔'' (۱)

اور عبد الغفور نساخ نے صرف اتنی معلومات فراہم کی ہے:-

''حیدری تخلص حیدر بخش دہلوی - ۱۲۱۶ھ میں کلکتہ میں تھے۔ ان کی آرائش محفل یعنی ہفت سیر حاتم نظر سے گزری۔'' (۲)

کریم الدین نے طبقات شعرائے ہند میں کسی قدر تفصیل سے ان کے حالات بیان کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

''منشی سید حیدر بخش حیدری تخلص، متاخرین میں سے ہے۔ وہ ایک متاخر مصنف ہے جس نے بہت سی کتابیں بنائی ہیں۔ طوطا کہانی کے دیباچے میں وہ بیان کرتا ہے کہ اوس نے علی ابراہیم خان سے جو ۱۸۰۱ء میں مرا تھا، تعلیم پائی۔ اور وہ مولوی غلام حسن غازی پوری کا بھی شاگرد تھا۔ بینی نارائن بیان کرتا ہے کہ وہ ۱۸۱۳ء میں موجود تھا اور اس سے واقفیت رکھتا ہے۔ سوا اکثر نظم کے اس کی تصنیف سے یہ ہیں۔ ایک طوطا کہانی۔ یہ قصہ ایک مغلق عبارت میں ضیا الدین نخشبی نے تصنیف کیا تھا مگر محمد قادری نے کچھ مختصر کر کے سہل عبارت میں تصنیف کیا۔ اور حیدری نے اس کتاب سے اپنا ترجمہ کیا ہے۔ مگر اس کا ترجمہ شائستہ نسبت اوس کے ہے اور اوس میں نظم اور نثر دونوں ملے ہوئے

---

۱ بینی نارائن جہان: دیوان جہان قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن صفحہ ۵۰ - ۵۱

۲ نساخ - سخن شعرا: مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۴۳

که فضل خدا نے کیا ہے اسے
گل نثر اور نظم سے لہلہا

مہر و ماہ کے دیباچے میں لکھتے ہیں :-

''حمد کرتا ہوں اس بادشاہ قادر بیچون کی جس نے اپنی قدرت کبریائی سے سلطان مہر و ماہ کو اوپر تخت فلک بے ستون کے ساتھ ندیمان سیاروں کے جلوہ گر کیا اور فیضان جمال بے مثال وحدانیت سے ہیزدہ ہزار عالم کو مخلوق کر کے اپنی عنایات صمدیت سے خصوصاً خلقت انسان کو اشرف المخلوقات خطاب دیا ۔ اور خلعت انواع انواع حسن و جمال کے دے کر سرفراز کیا ۔ اور جاگیر اپنے عشق کی عطا کر کے عاشق و معشوق نام رکھا کیا خدا ہے جل جلالہ، و عم نوالہ ـــــ اور نعت ہے اس رسول مقبول کی جس کو اس واحد ذوالجلال نے اپنے فضل و کرم سے افضل البشر خاتم الانبیا کیا ۔ اور اس کے واسطے زمین و آسمان کو پیدا کر کے لولاک لما خلقت الافلاک خطاب دیا صلواۃ اللہ علیہ و آلہ وسلم ۔ اور مدح ہے اس حیدر شہ سوار لافتا ساقیء حوض کوثر کی کہ جو حامیٔ روز جزا ہے اور داماد مصطفیٰ ہے ۔ اور مدح ہے ان گوہر دریائے رسالت کی کہ جو سرورسینۂ ظہرائے اطہر ہیں اور شفیع روز محشر ۔ صلوۃ اللہ والہ اجمعین ـــ

پس اس سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری شاہجہان آبادی کو ۱۲۱۴ بارہ سوچودہ ہجری میں یہ خبر فیض اثر پہنچی اردو معلے کو مرغوب طبع رکھتے ہیں۔ اور اہل سخن کو از راہ قدر دانی کے زیادہ بزرگی دیتے ہیں، ۔ خصوصاً صاحب والا مناقب عالی مقام صدر نشین محفل اہل کلام مسٹر جان گلگرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ

که جو بحر سخن وری و سخن دانی کے گوہر یکتائے جہاں ہیں۔ اور موجد قواعد کلام شیرین سخنی کے سر چشمہ سخن وران۔

به دل دریا به کف چون ابر نسیان
جہان ہے فیض سے جس کے در افشان

نه ہوں اس کی شجاعت کے مقابل
اگر ہوں رستم و زال و نریمان

لکھوں اس کی سخاوت کی جو تعریف
وہیں ہو صفحه کاغذ زر افشان

ہے اس کا نام نامی گلکرست اب
جہان ہے مہر جود اس کے سے تابان

دعا مقبول ہو یہ حیدری کی
رہے دنیا میں خوش یارب وہ ہر آن

اس واسطے یه دل مضمحل اس قصه مہروماہ کو باغ فصاحت و بلاغت سے تیار کرکے واسطے نظر حضور پرنور اس صاحب موصوف والا شان کے لایا ہے۔ یقین ہے که منظور نظر ہووے۔ اور اگر کہیں اس کی عبارت میں نامربوطیء الفاظ دکھائی دیوے تو اس کی درستگی کے واسطے باغبان خامۂ دوزبان کو چشم تعلیم سے اشارت کی جاوے که جس کے سبب سے وہ اصلاح پاوے۔

بحق محمد و آل محمد ---- قطعه:

منصفو! منصفی کی جا ہے یه میری محنت کی داد ٹک دیجیو
قصۂ مہر و ماہ کو میں نے نثر کیونکر کیا ہے دیکھوتو

لیلی مجنون کے دیباچے مین لکھتے ہیں :-

” یہاں سے احوال یوں ہے که حضرت امیر خسرو دھلوی

کو یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

گلدستۂ حیدری کے دیباچے میں لکھتے ہیں :-

''احوال اس سید حیدر بخش حیدری متخلص بہ حیدری شاھجہان آبادی کا یہ ھے کہ جس وقت سید ابوالحسن والد اس فقیر نے دلی چھوڑی اور ھمراھی لالہ سکھ دیو رائے کی قبول کی تو بنارس میں تشریف لائے اور چہیچے دلی کے قصداً دل سے بھولائے (بھلائے) ۔ اس وقت یہ ھیچ مدان نہایت خودر سال تھا لیکن زیر سایۂ دامن قبلہ و کعبہ کے آفات فلکی سے از بس کہ بے خطر تھا ۔ اس سن میں بھی مشتاق اھل کمال تھا ۔ چنانچہ کئی برس قبلہ گاھی نے ساتھ لالہ موصوف کے اوقات بخوبی بسر کی ۔ اور اس فقیر کی بھی حد بلوغیت کو پہنچی ۔ اس عرصے میں امین الدولہ عزیزالملک نواب علی ابراھیم خان بہادر مرحوم بموجب حکم نواب گورنر جنرل اشٹین صاحب بہادر جلالت جنگ کے حاکمی بنارس کی قبول کرکے، ساتھ عزو وقار کے مسند عدالت پر بیٹھے تو قبلہ گاھی نے اس قدردان نجبا کی نوکری پر دل دیا ۔ اور اس کمترین کو واسطے تربیت اور خوشہ چینی کے اس خرمن سخن کے سپرد کیا ۔ چنانچہ اس فقیر کو خدمت گزاری قاضی عبدالرشید خاں صاحب دام اقبالہ کی پسند آئی اور شاگردی قبلہ و کعبہ کونین مولوی غلام حسین کی بھائی۔ بیت

بہت سی میں نے کی یاں جبہ سائی
جب ایسی گفتگو یہ مجھ کو آئی

اور صحبت سے نخل بند چمن دوستی سید جمعیت علی رضوی کی بھی اس عندلیب ھیچ مدان نے موافق اپنے فہم کے بہت سی

کیفیت اٹھائی ہے ۔ لیکن افسوس کہ گردش فلکی نے اس گلشن باغ
مرتضوی سے نصیب کی جدائی ہے ۔ حاصل کلام اس گفتگو سے یہ
ہے کہ خدمت گزاری سے بزرگوں اور فرمانبرداری سے دوستوں کی
اس فقیر کو فرصت اتنی نہ ملی کہ جو کچھ واھیات بکا تھا اسے
جمع کرتا ۔ اب بارہ سو پندرہ ھجری میں عنایات و تفضلات سے صاحبان
عالیشان والا خاندان مسٹر جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کے
ایک صورت اطمینان کی ہے ۔ اور مفارقت میں یاران قدیم اور
دوستان صمیم کے اوقات یوھیں گزرتی ہے ۔ اس واسطے چند قصے زبان
ریختۂ ھندی میں موافق اردوئے معلے کے نثر کئے گئے ۔ جیسے
قصہ حاتم طائی اور مہرو ماہ کا قصہ اور طوطی نامہ نخشبی اور
قصہ لیلے مجنون کہ جو حضرت امیر خسرو دھلوی مرید حضرت
نظام الدین اولیا نے اپنے خمسے میں لکھا ہے، لکھے گئے ۔ اور چند
اشعار پریشان اور کئی مخمس و چند قعطہ جو اس ھیچ مدان نے
تصنیف کئے سو احاطہ تحریر میں آئے ۔ اور اس مجموعہ بے سررشتہ
و بے محاورہ کو جو اس بے سروپا نے جمع کیا ہے نام اس
اور اق پریشان کا گلدستۂ حیدری رکھا ہے ۔ امیدوار لطف سے
باریک بینوں کی یہ ہے کہ اگر نکتہ سہو کا اس میں پاویں تو بہ
موجب حدیث شریف الانسان مرکب مع الخطا و النسیان کو جایز
الخطا سمجھ کر اصلاح کریں ۔ اور نکتہ گیریوں کو کام نہ
فرماوین ۔ بحق محمد والا الامجار ۔ قطعہ:

جو ھوں اھل معنے اے باد نسیم
یہ میری طرف سے انھین تو سنا

کرو سیر گلدستہ حیدری
اگر جی میں رکھتے ھو کچھ بھی ھوا

---

(۱) گلدستۂ حیدری (غیر مطبوعہ) قلمی نسخہ برٹش میوزیم
لندن: ص - ۷ -

ھیں ۔ علاوہ اس کے اصل اس کتاب کی ایک کتاب سنسکرت میں سکھا سبنتی ھے ۔ حیدری نے اس کتاب کو درمیان ۱۲۱۵ھ کے تصنیف کیا تھا۔ اور ایک ترجمہ اردو قصہ حاتم طائی کا نثر اور نظم آمیز اس کی تصنیف ھے ۔ ایک ترجمہ اس کا ڈنکن فوب (۱) نے انگریزی ترجمہ تیار کیا ھے ۔ اس ترجمے کا نام آرائش محفل ھے ۔ یہ ترجمہ درمیان ۱۲۱۴ھ کے تیار ھوا تھا ۔ مگر ھندوستانی اپنے خیالات درباب ترجمہ اتنے بھڑاتے ھیں کہ وہ حقیقت میں ترجمہ نہیں رھتا بلکہ اس کی ایک علیحدہ تصنیف مثل اول کے تصوّر کرنا چاھیئے ۔ تیسرے گل مغفرت اس میں ان شہدا کا بیان ھے جو پیغمبر خدا سے امام حسین علیہ السلام تک گزرے ھیں ۔ یہ کتاب ایک ترجمہ روضة الشہدا کا ھے جس کو گلشن شہیدان بھی کہتے ھیں ۔ یہ ترجمہ ۱۲۲۷ھ میں طیار ھوا تھا ۔ یہ کتاب بہ خواھش مولوی سید حسین جون پوری کے تصنیف کی تھی ۔ چوتھی کتاب گلزار دانش ۔ یہ ایک ترجمہ بہار دانش کا ھے جو فارسی میں محمد مہدی نے لکھا تھا ۔ جس کا ترجمہ سر ولیم جونس نے انگریزی میں تیار کیا ھے ۔ چھٹا مجھ کو معلوم ھوتا ھے کہ اسی حیدر بخش نے ایک مختصر شاھنامہ اردو میں لکھا ھے ۔ ایک مثنوی بہ نام ھفت پیکر اوس کی تصنیف ھے ۔ یہ ایک قصہ وہ ھے جس میں مضمون وہ ھی ھے جو نظامی کی کتاب ھفت پیکر میں ۔ ایک قصہ دکنی زبان میں بھی ھے بہ نام قصہ بہرام و گل اندام وہ بھی اس طور کا ھے جو کہ بد نصیب سلطان ابوالحسن آخری نواب گولکنڈہ کے، جس نے شکست کھا کر اورنگ زیب کی قید میں مقید ھوا تھا، درمیان ۱۶۸۷ء کے ،، (۲)

---

(۱) ڈنکن فوربس

(۲) کریم الدین : طبقات شعرائے ھند، ص ۲۷۰-۲۷۱

جدیددور میں سید محمد نے ارباب نثر اردو میں، حامد حسن قادری نے داستان تاریخ اردو میں اور محمد عتیق صدیقی نے گلکرسٹ اور اس کا عہد میں حیدری کے متعلق کچھ معلومات ضرور فراہم کی ہے لیکن ان کی زندگی، شخصیت، نثر نگاری اور شاعری کے کسی نئے گوشے کو دریافت نہیں کیا ہے۔ حیدری کی غیر مطبوعہ تحریرون میں جو نئی معلومات ملتی ہے، اس تک بھی ان لکھنے والوں کی رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ اسی لئے ان میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔

حیدری کے صحیح حالات کو معلوم کرنے کے لئے ان کی بعض غیر مطبوعہ اور مطبوعہ تحریرین خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں۔ در اصل یہ تحریرین حیدری کی زندگی اور شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ میں نے انگلستان کے دوران قیام میں حیدری کی بعض ایسی غیر مطبوعہ تحریرون کو دیکھا، اور ان سے اپنے بعض مضامین میں استفادہ کیا۔ سب سے پہلے یہ تحریرین رسالہ ادب لطیف، لاہور کے جوبلی نمبر ۶۳ء میں حیدری کی دو غیر مطبوعہ کہانیوں کے پیش لفظ کے طور پر شائع ہوئیں۔ پھر میں نے ان سے حیدری کی "مختصر کہانیوں"(۱) کے مقدمے میں بھی کام لیا اور ان کی زندگی اور شخصیت کے بارے میں کچھ نئی معلومات فراہم کی۔

یہ تحریرین حیدری کی زندگی اور شخصیت کو سمجھنے کے لئے ایک بیش بہا خزانے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لئے ان سب

---

۱ مختصر کہانیاں: سید حیدر بخش حیدری۔ مرتبہ ڈاکٹر عبادت ریلوی شائع کردہ اردو دنیا۔ کراچی ۱۹۶۳

مرید حضرت نظام الدین اولیا کے کہ کئی کتابیں فارسی کی اس حقیقت آگاہ نے تصنیف کی ہیں۔ اور ایک مثنوی میں احوال لیلے مجنون کا جو لکھا ہے سو اس کے مضمون کو ساتھ فصاحت و بلاغت کے ادا کیا ہے۔ اور ہاتفی نے بھی اس قصے دلچسپ کو اپنے خمسے میں بخوبی تمام نظم کیا۔ اور عبارت فصیح سے اس کے ہر ایک بیت معشوقہ کو زیور معنی پہنایا۔ اور اس قصے کو خواجہ یاسین شاہجہان آبادی کہ شاعری میں یکتائے عصر ہیں اور بالفصل مسند حیات پر جلوہ‌گر ہیں۔ بموجب فرمائش اطہر علی خان مرحوم کہ مسٹر چیمبرز صاحب نے حکم موصوف سے درخواست اس قصے کی نظم ہندی میں کی تھی۔ خواجہ ممدوح نے زبان ریختہ ہندی میں حقیقت اس کی سابق عہد سلطنت شاہ عالم بادشاہ غازی کے بوجہ احسن بطور مثنوی لکھی۔ اب ۱۲۱۵ بارہ سو پندرہ ہجری مطابق اٹھارہ سو ایک عیسوی کے کہ سنہ سینتالیسواں جلوس بادشاہ موصوف سے ہے جناب صاحب عالیشان پشت‌پناہ دنیا و سخن سنجان بحر ہمت، گوہر مروت کوہ حشمت، مخزن سخاوت، اعلی دودمان، جان گلکرسٹ صاحب بہادر زیادہ افضالہ، نے اس سید حیدر بخش حیدری متخلص بہ حیدری دہلوی خوشہ چین خرمن علم کونین مولوی غلام حسین غازی پوری مولوی عدالت نواب علی ابراہیم خان بہادر مرحوم حاکم بنارس کو فرمایا کہ تو اس قصۂ پرسوز نظم ہندی کو بیچ زبان ریختہ اردوئے معلے کے ساتھ فصاحت شیرین سخنی کے نثر کر اور احاطۂ تحریر میں لا۔ کیونکہ عبارت سلیس مفید ہے ان صاحبوں کے جو بالفعل اس گفتگو سے واقف نہیں۔ ان کی درستگیٔ زبان کے واسطے بہتر اس نثر سلیس کے اور کوئی عبارت نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اس کمترین ہیچ مدان نے موافق اپنی طبع کے زبان محاورہ

اردوۓ معلے کے قصۂ نظم کو ہندی میں نثر کیا - اور ہر ایک صاحب سخن سے سوال رکھتا ہے کہ جو کوئی اس ترجمہ کو چشم فیض اثر سے دیکھے - اور کچھ نامربوطی الفاظ کی دکھلائی دے تو لازم ہے کہ وہ اپنی دستگیری قلم غلط بردار سے اس حرف افتادہ کو صفحۂ غلط سے اٹھائے - اور اجر اس کو دونوں جہان مین خدا دے -

کمیت خامہ کو میں نے اٹھا کر
کیا ہے صفحۂ مضمون پہ جولان

لکھا ہے قصۂ لیلے و مجنون
سنو ٹک گوش دل سے نکتہ سنجان [۱]

حیدری کی ان غیر مطبوعہ تحریروں سے ان کی زندگی اور شخصیت کی ایک اچھی خاصی تصویر تیار ہو جاتی ہے - اور اس میں شبہہ نہیں کہ ان کی یہ تحریریں ان ماخذ میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں جن کو سامنے رکھے بغیر حیدری پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہو سکتا -

ان ماخذ کے ذریعے سے جو معلومات ہم تک پہنچتی ہے وہ یہ ہے کہ سید حیدر بخش حیدری دلی کے رہنے والے تھے - ان کے بزرگ نجف اشرف سے ترک وطن کر کے دلی میں آئے اور اسی سر زمین پر اقامت اختیار کر لی - حیدر بخش حیدری دلی ہی میں پیدا ہوئے - ان کی تاریخ ولادت کا علم کسی ذریعے سے نہیں ہوتا - وہ دلی میں زیادہ عرصے تک نہ رہ سکے - حالات کی

(۱) دیباچہ قصۂ لیلے مجنون - گلدستۂ حیدری قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن -

ناسازگار کیفیت نے ان کے والد سید ابوالحسن کو دلی چھوڑنے پر مجبور کیا ۔ اس وقت حیدری کی عمر بہت کم تھی ۔ اس کم عمری میں اپنے والد کے ساتھ دلی سے باہر نکلے، اور بنارس میں اقامت اختیار کی ۔ ان کے والد کا دلی سے باہر نکل کر بنارس پہنچنے کا سبب لالہ سکھ دیو رائے کی ملازمت تھی ۔ اس کا صحیح علم نہیں ہوتا کہ یہ لالہ سکھ دیو رائے کون تھے ۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حیدری کے والد نے ان کی ملازمت اختیار کی، ان کی ہمراہی میں بنارس پہنچے اور وہیں آباد ہو گئے ۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے حیدری اس وقت بہت کم سن تھے لیکن اس کے باوجود انہیں دلی چھوڑنے کا بہت غم ہوا ۔ اپنے والد کی طرح دلی کی دلچسپیوں کو انہوں نے بھی بھلانے کی کوشش کی اور بنارس میں اپنے دل کو لگایا ۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس شہر سے انہیں جذباتی وابستگی پیدا ہو گئی ۔ اس کا اظہار انہوں نے ایک قطعے میں کیا ہے ۔

بنارس شہر ہے آباد و خوشتر
چراغ دودمان ہفت کشور

شدہ سیارہ ہرجا ماہ روئے
تو گوئی خانہ ہا شد مہ بہ کوئے

جدھر دیکھو اُدھر ہے جبہہ سائی
یہاں کے بت ہیں سب کرتے خدائی

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

کہوں بازار کا کیا اس کے عالم
قلم جو کچھ لکھے سو اس سے ہے کم

رکھا میں مختصر اب اس کو یاں سے
بیاں ٹک گھاٹ کا سن لو زباں سے

لگا رسی سے برنا[۱] تک ہر ایک واں
نہ دیکھا کم کوئی از ماہ رویاں

چنانچہ گھاٹ ہے ایک من کرن کا
بیان اس کا کروں میں تم سے کیا کیا

نشان حسن واں ہر ایک نے گاڑا
ہوا وہ گھاٹ اندر کا اکھاڑا

لگا کر جم سیتی تا بیتی مادھو
پری بنتا ہے واں ہر ایک نہادھو

نہ بیچ گنگا میں یاں گر کوئی نہاوے
تو وہ بیکنٹھ واں کس طرح پاوے

کوئی کھینچے ہے قشقہ نازنیں واں
کوئی دیتا ہے ٹیکا مہ جبیں واں

کوئی گنگا میں جا غوطہ لگاوے
کوئی سیڑھی ہی پر دھوتی سکھاوے

برھمن بچے واں ہر سو پھرین ہیں
ہر ایک کو رام وہ اپنا کرین ہیں

مغرق تاش کی پہنے ہیں ساڑی
اور اس پر ہے ٹکی دوہری کناری

کب ان کے پاؤں میں دو دو کڑے ہیں
کبھے تو حسن کے وہ پیکڑے ہیں

نہ رتبہ کس طرح وہ شہر پاوے
کہ شیو ترسول پر جس کو بساوے

---

۱ رسی اور برنا بنارس کے دو گھاٹ ہیں ۔ بہ حوالہ خلاصتہ التواریخ نسخۂ قلمی ورق ۲۶

بلند اس کی عمارت اس قدر ہے
کہ دھولا گیر جس کی یہ کمر ہے
کلاں وہ حیدری ایسا مکاں ہے
کہ جس کا کوچۂ خورد اصفہاں ہے ا

حیدری بنارس کی اس سر زمین پر سن شعور کو پہنچے ۔ اور ان کی تعلیم و تربیت بھی یہیں ہوئی ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نواب علی ابراہیم خاں خلیل صاحب تذکرۂ گلزار ابراہیم بنارس میں ججی کے اعلے عہدے پر فائز تھے ۔ بنارس میں ان کے علم وفضل کا شہرہ تھا ۔ چنانچہ حیدری کے والد سید ابوالحسن نواب علی ابراہیم خاں کے ساتھ منسلک ہوگئے ۔ اس وقت تک حیدری سن شعور کو پہنچ چکے تھے اور ان کی تعلیم و تربیت کا خیال ان کے والد سید ابوالحسن کے پیش نظر تھا ۔ خلیل کی قربت نے اس مسئلے کو حل کر دیا ۔ حیدری کے والد نے انھیں نواب علی ابراہیم خاں خلیل کے سپرد کیا ۔ اور انھوں نے ان کی تعلیم و تربیت کا کام قاضی عبد الرشید خاں اور مولوی غلام حسین کو سونپا ۔ ان کے علاوہ سید جمعیت علی رضوی سے بھی انھوں نے استفادہ کیا ۔ غرض ان کی ذہنی نشوونما ان بزرگوں کے سائے میں ہوئی۔

حیدری نے اپنے دیوان میں نواب علی ابراہیم خاں خلیل کی مدح میں ایک قطعہ درج کیا ہے ۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ خلیل سے کس درجہ متاثر تھے ۔ لکھتے ہیں ۔

کرے ہے جب سے عدالت علی ابراہیم
ہوا ہے شہر بنارس مثال باغ نعیم
کروں میں اس کی سخاوت کا کیا بیان رقم
دوشالے اس کو دیئے، تھے نہ جس کے پاس گلیم
شگفتہ ہو نہ کوئی گل جوں غنچۂ تصویر
سحر کو فیض سے اس کے اگر چلے نہ نسیم

---

(۱) حیدری : دیوان حیدری : نسخہ باڈلین آکسفورڈ و برٹش میوزیم لندن ۔

کرم ہے اس کا یوں روشن تمام عالم میں
کہ مہر و ماہ کے کانسے میں دے ہے یہ زر و سیم

عدو کے سر پہ جو شمشیر وہ رکھے ایک بار
اگر پہاڑ ہو ایک دم میں وہ ہو جائے دو نیم

بزور جنگ تیری دیکھ صولت شمشیر
غنم ہو جاوے ترے آگے گر ہو شیر، غنیم

کسی پہ گزرے کہیں زور کا تیرے جو خیال
تو مور کی طرح مل ڈالے گر ہو پیل جسیم

تو اپنے وقت کا نواب خان خاناں ہے
یہ چاہتا ہوں خدا سے کہ میں تیرا ہوں فہیم

میں ہوں وہ شاعر خوش فکر حیدری تیرا
کہ جس کے سامنے لکنت کرے زبان کلیم (۱)

اور قاضی عبد الرشید خاں کی مدح میں بھی چند اشعار کا قطعہ لکھا ہے جس سے ان کی شخصیت پر روشنی پڑتی ہے۔ قطعے کے اشعار یہ ہیں۔

ہم نے جو صاحب سخا دیکھے
در کے تیرے وہ سب گدا دیکھے

کون ہے جز ترے زمانے میں
جو کسی کا کوئی بھلا دیکھے

عدل اہل ستم کو باندھے ترا
گر کہیں جور کو کھلا دیکھے

ہوئے تن سے جدا عدو کا سر
تیغ اودھر جو تو اٹھا دیکھے

---

(۱) حیدری : دیوان : نسخۂ برٹش میوزیم لندن و باڈلین آکسفورڈ

ترے بے حکم، شمع محفل میں
ایک پروانے کو جلا دیکھے

شب سے تا صبح پھر وہ سر اپنا
ہر گھڑی تن ستی جدا دیکھے

ٹھہرے مسکین بے پر اس جاگہ
جس جگہ کچھ بھی آسرا دیکھے

مجھ کو دارالشفا ہے در تیرا
میں بہت درد بے دوا دیکھے

حیدری دل سے اس کا ہے مداح
یا حضور اس کو یا قفا دیکھے

یعنی عبدالرشید خان صاحب
مخزن فیض و ہم سخا دیکھے (۲)

سید حیدر بخش حیدری ۱۲۱۴ھ تک بنارس میں رہے - اس وقت تک انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی تعلیم کو مکمل کر لیا تھا، بلکہ بنارس کے ادبی حلقوں میں بھی اپنی جگہ بنا لی تھی - چنانچہ جب فورٹ ولیم کالج قائم ہوا تو ڈاکٹر گلکرسٹ نے اردو کے جن لکھنے والوں کو وہاں جمع کیا انؑ میں سید حیدر بخش حیدری بھی تھے- اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ وہ بنارس سے کب باہر نکلے، کب کلکتہ پہنچے، اور کس کے توسط سے ان کی رسائی ڈاکٹر گلکرسٹ تک ہوئی - صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کلکتے میں میر بہادر علی حسینی نے ان کی اس سلسلے میں دستگیری کی اور حیدری اس کے لئے ہمیشہ ان کے احسان مند رہے - چنانچہ

(۲) حیدری : دیوان : نسخہ برٹش میوزیم لندن و باڈلین آکسفورڈ

گلدستۂ حیدری، میں اس کا اعتراف بھی کیا ہے اور یہ الفاظ ان کے قلم سے نکلے ہیں : -

''اس احقر نے موافق اپنی محنت و مشقت کے چھ سات برس میں ان بزرگوں کے نام مع اشعار و تخلص کے جمع کئے - اور کئی جز بخوبی تمام لکھے - افسوس یہ ہے کہ دو جز حرف شین سے لے کر تا حرف ی خدا جانے کیا ہوئے - اس واسطے نوبت تحریر حرف یا تک نہ پہنچی - انشأ اللہ تعالی اگر زمانہ اسی صورت سے قدرے رفاقت کرتا ہے تو یہ خاکسار پھر نئے سر سے احوال ان شعراؤں کا خاطر خواہ لکھتا ہے ـــــ اور یہ جلد دو چار جز کی جو کلام واہیات سے تیار ہوئی سو دستگیری سے منشی میر بہادر علی صاحب قبلہ دام اقبالہ کی کہ وہ دستگیر در ماندگان اور حامئی بے کسان ہے - اللہ تعالی دنیا میں خوش و خرم رکھے اسے اور مشکل کشائی اس کی مشکل کشا کیا کرے - بحق محمد و آلہ الامجاد (۱)

بہر حال میر بہادر علی حسینی کے توسط سے وہ فورٹ ولیم کالج میں داخل ہوئے - ڈاکٹر جان گلکرسٹ سے ان کا تعارف ہوا - ۱۸۰۰ء میں انھوں نے قصہ مہر و ماہ لکھ کر گلکرسٹ کو پیش کیا - انھوں نے کتاب کو پسند کیا اور حیدری ۴ مئی ۱۸۰۱ کو فورٹ ولیم کالج میں، منشی کی حیثت سے باقاعدہ ملازم ہوگئے (۲) دوسو ۲۰۰ روپے ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی - (۳)

---

(۱) حیدری : گلدستۂ حیدری : قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن و باڈلین آکسفورڈ ص - ۲۲۳

(۲) محمد عتیق صدیقی : گلکرسٹ اور اس کا عہد ص - ۱۹۸

(۳) محمد عتیق صدیقی : گلکرسٹ اور اس کا عہد ص - ۱۴۳

تصنیف و تالیف کا کام ان کے سپرد کیا گیا ۔

فورٹ ولیم کالج کے دوران قیام میں حیدر بخش حیدری ڈاکٹر گلکرسٹ سے بہت متاثر ہوئے ۔ چنانچہ انہوں ۔ اپنی تحریروں میں جگہ جگہ اس کا اعتراف کیا ہے ۔ دیوان میں ایک قطعہ ہے جس میں گلکرست کی بہت تعریف کی ہے ۔ لکھتے ہیں ۔

گلکرسٹ صاحب وہ ہے عادل زماں
خوشہ چیں ہو اس کا اب نوشیرواں

کیوں نہ وہ حاکم ہو ہفت اقلیم کا
چاکری کرتا ہے جس کی آسماں

خامہ ہو جاوے وہیں زرین رقم
گر لکھوں اس کی سخاوت کا بیاں

زیر دست اس کے ہو انبار طلا
گر ہو اک ذرہ کسی پر مہرباں

کھل گئے اس کی نسیم خلق سے
غنچہ امید دل ہائے جہاں

اک نگاہ لطف اس کی حیدری
تجھ کو مستغنی کرے گی بے گماں (۱)

حیدری کی باقاعدہ ادبی زندگی کا آغاز، اس میں شبہ نہیں، کہ فورٹ ولیم کالج سے ہوا، اور گلکرسٹ کی شخصیت نے انہیں اس کام کی طرف رغبت دلائی ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا بیشتر ادبی کام گلکرسٹ کے ایما پر کیا ۔ لیکن قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ نثر نگاری کی طرف باقاعدہ متوجہ ہونے سے بہت پہلے شاعری شروع کر چکے تھے ۔ اس کا سبب ان کے عشق کا واقعہ

---

(۱) حیدری : دیوان حیدری : قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن

تھا۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ھے وہ عنفوان شباب میں ایک مہ جبین عشوہ کار کے عشق بلاخیز میں مبتلا ھوگئے تھے - اسی واقعے کے زیر اثر انھوں نے شاعری شروع کی تھی اور ایک مختصر سا دیوان بھی جمع کیا تھا۔ دیوان کے آخرمیں انھوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں اس عشق کے واقعے کو بیان کیا ھے اور اس حقیقت کی وضاحت کی ھے کہ انھوں نے اسی واقعے کے زیر اثر شاعری شروع کی اس سے قبل پیش لفظ میں یہ عبارتیں نقل کی جا چکی ھیں۔ اس لئے ان کا یہاں پھر نقل کرنا تحصیل حاصل ھے -

دیوان حیدری صرف غزلیات و قطعات کا مجموعہ ھی نہیں، ایک بڑی ھی دلچسپ دستاویز ھے۔ اس سے حیدری کی شخصیت کے بعض ایسے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ھے جن کا آج تک کسی کو علم نہیں تھا۔ ایک تو یہی ان کے عشق کا واقعہ ھے جس کا علم ان کے دیوان سے ھوتا ھے۔ پھر دیوان میں غزلوں کے علاوہ بعض قطعات بھی ایسے ھیں جن سے ان کے رومانی مزاج اور طبیعت کے عشقیہ رحجان کا اندازہ ھوتا ھے ــ اور یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ اس وقت کی بعض طوائفوں سے ان کا تعلق تھا۔ چنانچہ ایک طوائف بھیجو کا تو ایک واقعہ بھی انھوں نے ایک جگہ اس دیوان میں بیان کر دیا ھے۔ لکھتے ھیں:-

''یہ غزل بھیجو نے اس ھیچمدان کے گھر آکے سنی - نہایت خوش بلکہ دو چار روز یہیں رھی۔ اس بات کو سن کر اس کے چاھنے والوں میں سے ایک شخص طبع موزوں رکھتے تھے۔ نام لینا ان کا کچھ ضرور نہیں۔ انھوں نے یہ غزل اس کے کڑھانے کو لکھ بھیجی۔ وہ اس کے سنتے ھی غضبناک ھوئی اور اس فقیر سے کہنے لگی کہ ''تمہاری دوستی میں یہ نوبت پہنچی۔''

تب اس حقیر نے کہا ”تم نہ آزردہ ہو۔ میں اسی ردیف و قافیہ میں ایک قطعہ لکھ بھیجتا ہوں کہ وہ اس کو سن کر شرمندہ ہوں۔ اور اپنی پوچ گوئی سے باز رہیں۔“

پہلی غزل اس کم گو کی اس کی تعریف میں۔ دوسری ان کی کہی ہوئی اس کی ہجو میں۔ تیسرا قطعہ اس کا ان کے جواب میں۔

موجزن کیوں نہ تیرا حسن ہو بالا بھیجو
بحر ہستی میں تو تو ہے در لالا بھیجو

پڑ گئی رشک سے چہرے پہ قمر کے جھائیں
چشم بد دور یہ کیا حسن نکالا بھیجو

ہے غلط جو کہے مکھڑے پہ ترے زلف اس کو
مخزن حسن پہ بیٹھا ہے یہ کالا بھیجو

مہر ٹھہرے نہ شفق میں یہیں ہو جائے غروب
سرخ گر دیکھے ترے سر پہ دوشالا بھیجو

دل عشاق وہیں ہو گئے سب حلقہ بگوش
بس تیرے دیکھتے ہی کان کا بالا بھیجو

پھر کہاں بزم و کہاں مے و کہاں جام و سبو
اور اس دور میں ایک دے گی پیالا بھیجو

زاہدہ، زینب و موتی، و امیرن، مدو
حیدری کیا کہوں ان سب سے ہے عالا بھیجو

کیا ہوا بھول اپنی عمالہ بھیجو
دوش پر آج رکھا کیونکہ دوشالا بھیجو

---

(۱) حیدری دیوان حیدری (قلمی نسخہ باڈلین آکسفورڈ و برٹش میوزیم لندن)

تو تو کرتی تھی بہت لاف زنی عصمت پر
ہونے پایا نہ ترے بول کا بالا بھیجو

شکر اللہ کہ دس بیس نے کل شارع عام
غیر کے ساتھ ترا پکڑا چھنالا بھیجو

کل کی یہ بات ہے کہ غول بیابانی نے
بیع کا تیری لکھا ہے گا قبالا بھیجو

سوت کی طرح ہر ایک وقت پڑی بہتی ہے
تیری یا ہے کانشی کا نالہ بھیجو

فرش مخمل پہ رکھا کل نہ نزاکت سے قدم
دوش پر آج رکھا کیونکہ دوشالا بھیجو

جس نے دیکھا تجھے وہ تیرے قدم پر لوٹا
اس میں لگتا نہیں کچھ تجھ کو چھنالا بھیجو

گر تجھے دیکھے زلیخا تو کنیزی پہ تو کیا
کردے یوسف کا لگے ہاتھ قبالا بھیجو

چشمہ فیض وہ ہے تیرے میاں ———
اس کو کس منہ سے کہے کاشی کا نالہ بھیجو (۱)

اسی طرح ملائی کے بارے میں بھی ایک دلچسپ غزل ہے۔ اس کو نقل کرنے سے قبل انہوں نے کوئی واقعہ تو بیان نہیں کیا لیکن غزل کے اشعار خود مجموعی طور پر بعض واقعات کو ظاہر کرتے ہیں۔
غزل یہ ہے :-

گلشن میں اگر سیر کو ٹک جائے ملائی
گل جھک پڑے وو ہیں بہ سر پائے ملائی

(۱) حیدری، دیوان حیدری : نسخہ باڈلین آکسفورڈ

گل چاک گریباں ہوا گر دیکھے ٹک اس کو
سنبل کو پریشان کرے سودائے ملائی

ہر لخطہ مرے بوئے حنا آتی ہے لب سے
جس دن سے میں چومی ہے کف پائے ملائی

کیا تاب جو پھر شمس و قمر هاتھ ملاویں
گر دیکھی کسی دن جو یه سیمائے ملائی

اے حیدری سر میں تو تہہ تیغ جھکا دوں
گر ہوئے مرے قتل په ایمائے ملائی (۱)

غرض حیدری کے دیوان سے ان کی شخصیت کے بعض دلچسپ پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شاعری اور شاعرانه فن کاری کے لحاظ سے بھی وہ دلچسپ ہے۔ اس اعتبار سے بھی وہ اهمیت رکھتا ہے که حیدری کی پہلی تصنیف ہے۔ یه دیوان کبھی شائع نہیں هوا۔ اس کے دو قلمی نسخے برٹش میوزیم لندن اور باڈلین لائبریری آکسفورڈ میں ہیں۔

اس میں شبه نہیں که ''دیوان حیدری،، حیدری کا کوئی بہت بڑا ادبی کارنامه نہیں ہے۔ ان کا ادبی کارنامه تو نثر کی وہ کتابیں ہیں جن میں سے بیشتر انہوں نے فورٹ ولیم کے دوران قیام میں لکھیں۔ ان کتابوں میں مہر و ماہ ، لیلی مجنوں، توتا کہانی ، آرائش محفل ، تاریخ نادری ، گل مغفرت ، گلزار دانش ، تذکرہ هندی اور مختصر کہانیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

قصه مہروماہ، غالباً حیدری کی سب سے پہلی کتاب نثر ہے۔ یه کتاب ''انہوں نے اوائل ۱۲۱۴ھ میں لکھی اور اس کو پیش کرکے ڈاکٹر گلکرسٹ کے هاں باریاب ہوئے اور فورٹ ولیم کالج

(۱) حیدری : دیوان حیدری : نسخهٔ باڈلین آکسفورڈ

میں ملازم ہوئے۔،، (۱) حیدری خود بھی اس کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں :-

،،پس اس سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری شاھجہان آبادی کو ۱۲۱۴ھ بارہ سو چودہ ھجری میں یہ خبر فیض اثر پہنچی کہ صاحبان عالیشان گفتگوئے اردوئے معلے کو مرغوب طبع رکھتے ھیں اور اہل سخن کو از راہ قدردانی کے زیادہ بزرگی دیتے ھیں —— خصوصاً صاحب والا مناقب عالی مقام ، صدر نشین محفل اہل کلام مسٹر جان گل کرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کہ جو بحر سخن وری و سخن رانی کے گوھر یکتائے جہاں ھیں۔ اور موجد قواعد کلام شیریں سخنی کے سر چشمۂ سخن وران —

یہ دل دریا بہ کف چون ابر نسیان
جہاں ھے فیض سے جس کے درافشاں
نہ ھوں اس کی شجاعت کے مقابل
اگر ھوں رستم و زال و نریماں

لکھوں اس کی سخاوت کی جو تعریف
وھیں ھو صفحۂ کاغذ زر افشاں

ھے اس کا نام نامی گلکرست اب
جہاں ھے مہر جود اس کے سے تاباں

دعا مقبول ھو یہ حیدری کی
رھے دنیا میں خوش یا رب وہ ھر آن

اس واسطے یہ دل مضمحل اس قصہ مہر و ماہ کو باغ فصاحت و بلاغت سے تیار کرکے واسطے نظر پرنور اس صاحب موصوف

---

(۱) سید محمد ۔ ارباب نثر اردو : صفحہ ۱۷ (مطبوعہ لاھور ۱۹۵۰ء)

والا شان کے لایا ہے۔ یقین ہے کہ منظور نظر ہووے۔ اور اگر کہیں اس کی عبارت میں نامربوطیء الفاظ دکھلائی دیوے تو اس کی درستگی کے واسطے باغبان خامہ دوزبان کو چشم تعلیم سے اشارت کی جاوے کہ جس کے سبب سے وہ اصلاح پاوے۔،، (۱)

غرض یہ کتاب لکھ کر انھوں نے فورٹ ولیم کالج میں ملازمت حاصل کی ۔ اس کا انداز و اسلوب بڑی حد تک مرصع اور مسجع ہے ۔ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس پر فورٹ ولیم کالج کے ماحول کا اثر نہیں ہے ۔ اسی لئے اس میں آسان اور سادہ نثر کا وہ انداز نہیں ہے جو فورٹ ولیم کالج کے ساتھ مخصوص ہے ۔

اس کتاب کا انداز مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے :

''سنا ہے کہ کسی شہر میں آفتاب نام بادشاہ تھا کہ وہ نہایت صاحب حشم و عالی جاہ ۔ فوج و خزانہ کی طرف سے خوش و خندان، اور آل و اولاد کے سبب سے چشم گریان ۔ ہمیشہ از دست روزگار ناہنجار رہا کرنا ۔ اور حساب اس کی افواج کا ذہن رسا میں نہیں آسکتا ۔ اور شمار اس کے خزانے کا خزانہ دل میں نہیں سما سکتا ۔ جہاں تک شاہ و گدا امیر و وزیر و امرا نواب خاں تھے سو وہ سب اس کے زیر حکم و تابع فرمان ۔ جہاں تک کہ تھے سرکش اطراف کے وہ رہتے تھے اس اس شہ کے قدموں لگے ۔،، (۲)

---

(۱) حیدری : دیباچہ قصہ مہر و ماہ (گلدستہ حیدری قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن) ۔ صفحہ ۱۴۶

(۲) حیدری : دیباچہ مہر و ماہ (گلدستہ حیدری قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن) صفحہ ۱۴۶

حیدری کی یہ کتاب کبھی شائع نہیں ہوئی اس، کا ایک نسخہ مجھے ملا ہے لیکن ناقص ہے ۔ اگر ایک نسخہ اور مل گیا تو اس کو جلد شائع کر دیا جائے گا ۔

سید حیدر بخش حیدری کی دوسری تالیف قصہ لیلے مجنون ہے ۔ یہ کتاب ۱۲۱۵ھ میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر لکھی گئی۔ غالباً فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہونے کے بعد یہ حیدری کی پہلی تالیف تھی ۔ فارسی میں اس قصہ کو مختلف لکھنے والوں نے نظم میں لکھا ہے ۔ حیدری نے سب سے پہلے اس کو اردو کی آسان اور سادہ نثر کے قالب میں ڈھالا ۔ دیباچے میں لکھتے ہیں :-

''یہاں سے احوال یوں ہے کہ حضرت امیر خسرو دھلوی مرید حضرت نظام الدین اولیاً کہ کئی کتابیں فارسی کی اس حقیقت آگاہ نے تصنیف کی ہیں ۔ اور ایک مثنوی میں احوال لیلے مجنوں کا جو لکھا ہے سو اس کے مضمون کو ساتھ فصاحت و بلاغت کے ادا کیا ہے ۔ اور ھاتفی نے بھی اس قصے دلچسپ کو اپنے خمسے میں بخوبی تمام نظم کیا ۔ اور عبارت فصیح سے اس کے ہر ایک بیت معشوقہ کو زیور معنی پہنایا ۔ اور اس قصے کو خواجہ یاسین شاہجہان آبادی کہ شاعری میں یکتائے عصر ہیں اور بالفعل مسند حیات پر جلوہ گر ہیں ۔ بموجب فرمائش اطہر علی خاں مرحوم کہ چیمبرز صاحب نے حکیم موصوف سے درخواست اس قصے کی نظم ہندی میں کی تھی خواجہ ممدوح نے زبان ریختہ ہندی میں حقیقت اس کی سابق عہد سلطنت شاہ عالم بادشاہ غازی کے بوجہ احسن بطور مثنوی لکھی ۔ اب ۱۲۱۵ھ بارہ سو پندرہ ھجری مطابق اٹھارہ سو ایک عیسوی کے کہ سنہ تیتالیسواں جلوس بادشاہ موصوف سے ہے، جناب صاحب عالیشان

پشت و پناہ سخن سنجان، بحر ہمت ، گوہر مروّت ، کوہ حشمت ، مخزن سخاوت، اعلیٰ دودمان ، جان گل کرسٹ صاحب بہادر زیادہ افضالہ نے اس سید حیدر بخش حیدری متخلص بہ حیدری دہلوی خوشہ چین خرمن علم کونین مولوی غلام حسین غازی پوری مولوی عدالت نواب علی ابراہیم خان بہادر مرحوم حاکم بنارس کو فرمایا کہ تو اس قصۂ پرسوز نظم ہندی کو بیچ زبان ریختہ اردوئے معلے کے ساتھ فصاحت شیرین سخنی کے نثر کر اور احاطہ تحریر میں لا ۔ کیونکہ عبارت سلیس مفید ہے ان صاحبوں کو جو بالفعل اس گفتگو سے واقف نہیں ۔ ان کی درستگی زبان کے واسطے بہتر اس نثر سلیس سے اور کوئی عبارت نظر نہیں آتی ۔ چنانچہ اس کمترین ہیچ مدان نے موافق اپنی طبع کے زبان محاورہ اردوئے معلے کے قصہ نظم کو ہندی میں نثر کیا ۔ اور ہر ایک صاحب سخن سے سوال رکھتا ہے کہ جو کوئی اس ترجمہ کو چشم فیض اثر سے دیکھے ۔ اور کچھ نامربوطی الفاظ کی دکھلائی دے تو لازم ہے کہ وہ اپنی دستگیری قلم غلط بردار سے اس حرف افتادہ کو صفحہ غلط سے اٹھا لے ۔ اور اجر اس کا اس کو دونوں جہان میں خدا دے ۔

کمیت خامہ کو میں نے اٹھا کر
کیا ہے صفحۂ مضمون پہ جولان

لکھا ہے قصہ لیلے و مجنون
سنو ٹک گوش دل سے نکتہ سنجان (۱)

---

(۱) حیدری دیباچہ قصہ لیلے مجنون (گلدستہ حیدری قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ۔ ص ۔ ۱۴۸

حیدری کی یہ کتاب بھی کبھی شائع نہیں ہوئی -

توتا کہانی سید حیدر بخش حیدری کی تیسری کتاب ہے جو کہانی اور پلاٹ، اسلوب اور انداز بیان دونوں اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے - یہ کتاب ڈاکٹر گل کرسٹ کے ایما پر ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ء میں لکھی گئی - کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:-

چل بھائی! بس، بتاریخ بست و ششم شہر ذی‌قعدہ سنہ مذکور اور پنج شنبہ بوقت شام بخوبی تمام فضل خدا سے یہ قصۂ شیریں کلام انجام کو پہنچا - اور توتا کہانی اس کا نام رکھا -

کہانی ہوئی ختم جب حیدری
تو ہاتف نے نام اس کا سن کر کہا

سر راہ کو کھینچ کر تو نے خوب
رکھا نام توتا کہانی بجا (۱)

اس کا ماخذ فارسی کی کتاب محمد قادری کا طوطی نامہ ہے - فارسی میں اس کو ضیاءالدین نخشبی نے بھی لکھا ہے - لیکن یہ کہانیاں سنسکرت کی کتاب شکاسبتتی سے ماخوذ ہیں - سنسکرت کی کتاب میں ۷۰ کہانیاں تھیں - نخشبی نے ان کا ترجمہ فارسی میں کیا - محمد قادری نے اپنے ترجمے کے لئے صرف ۳۵ کہانیوں کو انتخاب کیا - حیدری نے بھی صرف ۳۵ کہانیوں کا ترجمہ اردو میں کیا ہے - اس سے صاف ظاہر ہے کہ محمد قادری کی لکھی ہوئی کہانیاں ان کے پیش نظر رہی ہیں - دیباچے میں خود بھی لکھتے ہیں:-

---

(۱) حیدری: توتا کہانی: قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ص ۹۹ - ۱۰۰

"یہ سید حیدر بخش حیدری متخلص بہ حیدری شاہجہان آبادی، تعلیم یافتہ مجلس خاص نواب علی ابراہیم خان بہادر مرحوم، شاگرد مولوی غلام حسین غازی پوری، دست گرفتہ صاحب عالی جناب، سخن دان، آبرو بخش سخن وراں، معدن مروت و چشم فتوت، دریائے جود و کرم، منبع علم و حلم، خداوند خدائیگان، والا شان جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کا ہے ۔ اگرچہ تھوڑا بہت ربط موافق اپنے حوصلے کے عبارت فارسی میں بھی رکھتا ہے ۔ لیکن بہ موجب فرمائش صاحب موصوف کے بارہ سو پندرہ ہجری مطابق اٹھارہ سو ایک عیسوی کے حکومت میں سرگروہ امیران جہان، حامیٔ غریبان و بیکساں، زبدۂ نوآئینان عظیم‌الشان، مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان، مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کے، محمد قادری کے طوطی نامے کا، جس کا ماخذ طوطی نامہ ضیاءُ الدین نخشبی ہے، زبان ہندی میں موافق محاورے اردوے معلے کے نثر میں عبارت سلیس و خوب و الفاظ رنگین و مرغوب سے ترجمہ کیا ۔ اور نام اس کا توتا کہانی رکھا ۔ تاکہ صاحبان نوآموز کی فہم میں جلد آوے ۔ اور یہ ہیچ مدان ہر ایک اہل سخن سے امید رکھتا ہے کہ جو کوئی چشم غور سے اس ترجمے کو ملاحظہ کرے ۔ اور غلطیٔ معنی یا نامربوطی الفاظ اس کی، اس کے نظر پڑے تو وہ شمشیر قلم سے مانند سر دشمن کے اس صفحہ ہستی سے اسے اڑا دے ۔

جو بہر اصلاح اس پہ رکھے قلم
الٰہی نہ دینا کبھی اس کو غم

الٰہی بحق امام انام
یہ جلدی ہو مجھ سے کہانی تمام (۱)

(۱) حیدری: توتا کہانی: قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن
صفحہ - ۳

یہ کتاب فورٹ ولیم کالج کے زیر سایہ پروان چڑھنے والی آسان اور سادہ نثر کی روایت کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیدری نے فورٹ ولیم کالج میں آنے کے بعد، وہاں کے مخصوص ماحول کے زیر اثر، اپنے اندر خاصی تبدیلی پیدا کی تھی۔

توتا کہانی کا سب سے اہم قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن کے کتب خانے میں ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۸۰۴ء میں شائع ہوئی (۱) اس ایڈیشن میں اردو کے سرورق پر ۱۸۰۳ء ۱۲۱۸ھ تاریخ چھپی ہوئی ہے۔ لیکن انگریزی کے سرورق پر ۱۸۰۴ء درج ہے۔ ہو سکتا ہے ۱۸۰۳ء میں اس کی طباعت کا کام شروع ہوا ہو اور ۱۸۰۴ء میں مکمل ہوا ہو۔ دونوں سرورقوں کی عبارتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"توتا کہانی ترجمہ محمد قادری کے طوطی نامہ کا۔ مدرسے کے لئے عہد میں زبدۂ نوائینان عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان مارکوئیس ولزلی، گورنر جنرل بہادر دام ظلہ کے کیا ہوا منشی سید حیدر بخش حیدری کا حکم سے خداوند نعمت جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کے

در سخن کو تو غواص بحر معنی پائے
وگرنہ کیسی ہے کوئی شناوری جانے

---

(۱) محمد عتیق صدیقی: گلکرسٹ اور اس کا عہد۔ ص ۱۹۲

سـنه ۱۸۰۳ عیسوی

مطابق ۱۲۱۸ هجری

هندوستانی چھاپے خانے میں چھاپا کیا ھوا

منشی تبـتو رام کا (۱)

TOTA KUHANEE

A TRANSLATION

into the Hindoostani Tongue

of the Popular Persian Tales

entitled

Tootee Namu

by

Sueyud Huedur Bukhshi Hueduree

under the superintendence of

John Gilchrist

For the use of the students

in the

College of Fort William

Calcutta

Printed at the Hindoostani Press, [2]

1804.

---

(۱) حیدری: توتا کہانی : پہلا ایڈیشن (هندوستانی پریس کلکتہ) ص - ۱

(۲) ایضاً :

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ھے کہ گذشتہ ڈیڑھ سو سال میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ھیں ۔ فورٹ ولیم کالج کے ایڈیشن کے علاوہ اس کا ایک ایڈیشن ۱۸۲۵ء میں ڈاکٹر ڈنکن فوربس نے لندن سے شائع کیا ۔ لندن ھی سے ایک اور ایڈیشن ۱۸۳۵ء میں چھپا ۔ ۱۸۷۲ء میں اس کا ایک ایڈیشن مطبع انوار محمدی لکھنو سے شائع ھوا ۔ اس کے بعد نول کشور نے ۱۸۷۴ء سے ۱۹۲۲ء تک اس کے دس ایڈیشن شائع کئے ۔ اس کے علاوہ دھلی کانپور اور لاھور سے بھی اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ۔ (۱) اس کتاب کے تقریباً تمام ایڈیشن برٹش میوزیم اور انڈیا آفس میں موجود ھیں ۔ اس کا تازہ ترین ایڈیشن لاھور کی مجلس ترقی ادب نے شائع کیا ھے ۔ بنگلہ، ھندی، انگریزی اور روسی زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہوئے اور ان کو اھتمام سے شائع کیا گیا ۔ بنگلہ میں طوطا اتہاس کے نام سے چندی چرن سرام پوری نے اس کا ترجمہ کیا اور ۱۸۰۲ میں شائع کیا ۔ انگریزی میں جارج اسمال نے اس کا ترجمہ کیا اور لندن سے ۱۸۷۵ء میں شائع کیا ۔ ھندی میں شک بہتری کے نام سے نول کشور نے اس کا ترجمہ ۱۸۸۶ء میں شائع کیا ۔ (۲)

اس تفصیل سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ اس کتاب کو کس قدر مقبولیت حاصل ہوئی ۔

(۱) حیدری : توتا کہانی (مقدمہ) مجلس ترقی ادب لاھور ص ۔ ۴۰

(۲) حیدری : توتا کہانی (مقدمہ) مجلس ترقی ادب لاھور ص ۔ ۴۰

یہ کتاب اس طرح شروع ہوتی ہے ۔

''اگلے دولت مندوں میں سے احمد سلطان نام ایک شخص بڑا مال دار اور صاحب فوج تھا ۔ لاکھ گھوڑے پندرہ زنجیر فیل اور نو سو قطار باربرداری کے اونٹوں کی اس کے در دولت پر حاضر رہتی تھی ۔ پر اس کے لڑکا بالا کوئی نہ تھا کہ گھر اپنے باپ کا روشن کرتا ۔

اسی بات کا اس کے دل پہ تھا داغ
نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ

اسی واسطے صبح شام خدمت میں خدا پرستوں کی جاتا، اور ان سے درخواست دعا کی کرتا ۔

غرض تھوڑے دنوں کے بعد خالق زمین و آسمان نے ایک بیٹا خوبصورت، مہر چہرہ، ماہ جبین اسے بخشا ۔ احمد سلطان اس خوشی سے گل کی مانند کھلا، اور نام اس کا میمون رکھا ۔ کئی ہزار روپے فقیروں کو بخش کر سجدہ شکر کا بجا لایا اور یہ بیت پڑھنے لگا ۔

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار (۱)

حیدری کی یہ کتاب توتا کہانی اپنے انداز بیان اور موضوع دونوں اعتبار سے مقبول ہوئی ۔ جیسا کہ مندرجہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہے اس کا انداز بیان اور اسلوب سیدھا سادہ لیکن دلکش ہے ۔ موضوع میں یوں تو کوئی خاص بات نہیں لیکن اس سے اس وقت کے

---

(۱) حیدری : توتا کہانی : (مجلس ترقی ادب لاہور) ۱۹۶۳ء ص ۔ ۳

مشرقی مزاج اور اس علاقے کی روایات سے آشنا ہونے کا موقع ملتا ھے -

توتا کہانی کے پہلے ایڈیشن میں ڈاکٹر گلکرسٹ نے ایک مختصر سا دیباچہ انگریزی مین لکھا ھے - چند سطروں میں انھوں نے اس کتاب کی بنیادی خصوصیات کو بڑی خوبی سے واضح کیا ھے - اصل عبارت پڑھنے سے تعلق رکھتی ھے - لکھتے ھیں -

"These popular tales have long been read and admired in the original Persian, in which language they were composed by Zia-Oodeenin Nukhshibee. They are now translated into Hindoostanee by Sueyud Huedur Bukhsh Hueduree of Shahjehanabad from an abridgment of the original made in the Persian tongue by Moohammud Qadiree.

The easy familiar style in which they are now translated, renders this work a desirable acquisition to the Hindoostanee Scholar, both for improving himself, in the idiom of the Rekhta, and giving him considerable information of the popular manners of Asia, of which these tales afford a correct and pleasing picture. "[1]

حیدری کی ایک اور کتاب آرائش محفل ھے - یہ کتاب بھی حیدری نے فورٹ ولیم کے دوران قیام میں لکھی - اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۶ھ ھے - اور یہ بھی ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ھے جس میں انھوں نے اپنی طرف سے اضافے کئے ھیں تاکہ کہانی طولانی ھو جائے - اور پڑھنے والے اس سے محظوظ ھوں - دیباچے میں لکھتے ھیں :-

"الہی دے مجھے روشن بیانی
کہ تاول پر کھلے راز نہانی

زباں کو مخزن تقریر کردے
دھن کو گوھر معنی سے بھردے

(۱) حیدری : توتا کہانی (فورٹ ولیم) ص - ۳

"کمیت خامہ کو میرے لگا پر
یم معنی میں مجھ کو آشنا کر

پلا دے مجھ کو جام ارغوانی
کہ جس سے طے ہو حاتم کی کہانی

کہیں سن کر اسے ارباب اردو
کہ ہے یہ گوہر نایاب اردو

یہ قصہ عبارت سلیس سے زبان فارسی میں کسی شخص نے آگے لکھا تھا - اب اس سے حیدر بخش تخلص بہ حیدری، دھلی کے رہنے والے نے، امیر والا تدبیر، پشت پناہ ہر پیر و جواں، دست گیر درماندگان و بیکساں، نوشیروان وقت، ھمایون بخت، زبدۂ نوآئینان، عظیم الشان، مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگستان مارکوئس ولزلی، گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ، کی حکومت میں، اور خداوند خدایگان والا شان، عالی خاندان جان گلکرسٹ صاحب دام اقبالہ کے حکم سے سنہ بارہ سو سولہ ھجری اور اٹھارہ سو ایک عیسوی کے موافق اور سنہ جلوس تینتالیس شاہ عالم بادشاہ غازی کے مطابق، زبان ریختہ میں اپنی طبع کے موافق اس کتاب سے جو ھاتھ لگی تھی، ترجمہ نثر میں کیا، اور اس کا نام آرائش محفل رکھا - مگر اکثر اس میں اپنی طبیعت سے، جہاں موقع اور مناسب پایا، وھاں زیادتیاں کیں تاکہ قصہ طولانی ھو جائے، اور سننے والوں کو خوش آئے"۔ (۱)

اس عبارت سے صاف ظاھر ہے کہ آرائش محفل ۱۸۰۱ء میں تالیف ھوئی لیکن خدا جانے کیوں سید محمد نے ارباب نثر اردو میں

---

(۱) حیدری : آرائش محفل (مطبوعہ مطبع شعلہ طور کان پور) ص - ۲

اور مولانا حامد حسن قادری نے داستان تاریخ اردو میں اس کا سنہ تالیف ۱۸۰۲ء لکھ دیا ہے - سید محمد لکھتے ہیں :-

''حیدری کی دوسری مقبول اور مشہور کتاب آرائش محفل ہے۔ عبدالغفور نساخ نے سخن شعراء میں اس کا نام ہفت سیر حاتم بھی لکھا ہے - اس میں حاتم طائی سے متعلق قصص کو مربوط اور مسلسل بیان کیا گیا ہے - اور چونکہ اس کی سات سیرین بیان ہوئی ہیں، نساخ کا بتایا ہوا دوسرا نام بھی موافق موضوع ہے - یہ قصہ ابتداً فارسی نثر میں تھا - اس کو حیدری نے اوائل ۱۲۱۶ھ ۱۸۰۲ء میں ڈاکٹر گلکرسٹ کے کہنے سے اردو کا جامہ پہنایا ہے - (۱)

اور مولانا حامد حسن قادری لکھتے ہیں -

''آرائش محفل حیدری کی دوسری مشہور کتاب ہے - داستان حاتم طائی کی سات سیروں کا فسانہ ہے - اس لئے عبدالغفور نساخ نے اپنے تذکرۂ سخن شعراء، میں حیدری کی اس کتاب کا نام ہفت سیر حاتم لکھا ہے - حیدری نے ۱۸۰۲ء مطابق ۱۲۱۶ھ میں ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش کے مطابق فارسی کی داستان کو اردو میں لکھا - (۲)

اس کتاب پر حیدری کو چار سو روپے کا انعام ملا تھا (۳) گذشتہ ڈیڑھ سو سال میں اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ہیں - میری نظر سے صرف وہ ایڈیشن گزرا ہے جو عرصہ ہوا، مطبع

---

(۱) سید محمد : ارباب نثر اردو (لاہور ۱۹۵۰) ص - ۷۶

(۲) حامد حسن قادری - داستان تاریخ اردو (آگرہ ۱۹۴۱ء) ص - ۹۹

(۳) محمد عتیق صدیقی - گل کرسٹ اور اس کا عہد (علی گڑھ) ص - ۱۷۲

شعلہ طور بلدۂ کان پور سے شائع ھوا تھا - اس پر اشاعت کی تاریخ درج نہیں ھے - اسی نسخے سے یہ عبارت یہاں نقل کی جاتی ھے :-

''لکھنے والے نے یہ لکھا ھے کہ اگلے زمانے میں طے نام یمن کا بادشاہ نہایت صاحب حشم، عالی جاہ، فوج کی طرف سے فرخندہ حال، زروجواھر سے مالامال، اس کی رعیت ھیزدہ ھزار اور سپاہ بے شمار - القصہ اپنے چچا کی بیٹی کو نکاح میں لاکر ثمر جاودانی کا امیدوار ھوا - بارے خدا کے فضل سے کتنے دنوں میں اوسی بیگم سے ایک لڑکا مہر لقا پیدا ھوا - یہ خبر فرحت اثر سن کر اوس نے حکیموں، منجموں، رمالوں، پنڈتوں کو بلوا کر کہا کہ 'تم اپنی عقل کی رسائی اور پوتھی قرعہ کی رو سے دریافت کرو اور بچارو دیکھو تو اس لڑکے کے نصیب کیسے ھیں؟' - اونھوں نے جو دریافت کیا تو ھر طرح سے اوس شہزادے کو صاحب اقبال پایا - عرض کی کہ خداوند! ھم کو تو اپنے علم سے یوں معلوم ھوتا ھے کہ یہ صاحب زادہ ھفت اقلیم کا بادشاہ ھوگا اور تمام عمر برائے خدا کام کیا کرے گا - اور اس کا نام مہر سپہر کی طرح قیامت تک دنیا میں جلوہ‌گر رھے گا -'' (۱)

اس سے اندازہ ھوتا ھے کہ یہ کتاب بھی سادہ سلیس، روان اور مجموعی طور پر دلکش انداز میں لکھی گئی ھے - اس لحاظ سے یہ کتاب بھی حیدری کا ایک تخلیقی کارنامہ ھے -

حیدری کی ایک اور اھم کتاب گلزار دانش ھے - یہ کتاب عنایت‌اللہ کی فارسی کتاب بہار دانش کا اردو ترجمہ ھے - سید محمد لکھتے ھیں :-

---

(۱) حیدری - آرائش محفل (مطبع شعلۂ طور، ن پور) ص - ۲ - ۳

"ہم کو اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا، اور نہ ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ حیدری نے یہ ترجمہ کس سنہ میں تمام کیا۔ عنایت‌اللہ کی بہار دانش کئی سو صفحات کا ایک نیم تاریخی قصہ ہے۔ اور اس میں جہاندار شاہ اور بہرہ بانو کے معاشقے اور جہاندار شاہ کی مہموں اور مبارز طلبیوں کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔ اس کا سنہ تالیف ۱۰۶۱ھ ہے۔ اور مولف نے دیباچے میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ قصہ اس کی اپنی ایجاد یا اختراع پسند طبیعت کی اپچ کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس نے کسی نوجوان برھمن کی زبانی یہ حسن و عشق کی کہانی سنی تھی جس کو اس نے فارسی میں تالیف کر دیا ہے۔ ھمارے پیش نظر اصل فارسی تالیف کا ایک قلمی نسخہ ۱۰۶۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی مولوی عمر یافعی صاحب کے کتب خانہ سے حاصل ہوا۔ مگر افسوس ہے کہ حیدری کا ترجمہ نہیں ملا۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے یہ طبع نہیں ہوا۔ حیدری کے بعض دوسرے کارناموں کی طرح اس کو کچھ زیادہ شہرت بھی نصیب نہ ہوئی۔ یورپ کے مشہور مشرقی کتب خانے بھی اس سے خالی ہیں"۔ (۱)

اور مولانا حامد حسن قادری اس کے بارے میں ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں :-

"گلزار دانش، شیخ عنایت‌اللہ کی فارسی تصنیف بہار دانش کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ کا سنہ دریافت نہ ہوا۔ فارسی کی تصنیف ۱۶۵۱ء مطابق ۱۰۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ جہاندار شاہ اور بہرہ ور بانو کا قصہ ہے۔ عنایت اللہ نے دیباچے میں لکھا ہے کہ یہ قصہ فرضی

---

(۱) سید محمد : ارباب نثر اردو (لاھور) ص - ۸۴ - ۸۵

نہیں - سچا واقعہ ہے - بہر حال حیدری کی گلزار دانش بھی اب گم ہے -،، (۱)

انگلستان کے دوران قیام میں مجھے حیدری کی گلزار دانش کا قلمی نسخہ ملا - یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ۵۳۷ صفحات پر مشتمل ہے - پہلی جلد میں ۲۵۲ صفحات ہیں - دوسری جلد میں ۲۸۵ صفحات - حیدری اس کے دیباچے میں حمد و نعت کے بعد لکھتے ہیں :-

''بعد اس کلام متبرک کے صاحب دانش و بینش پر ظاہر ہو کہ کتاب بہار دانش کو شیخ عنایت اللہ طوطیٔ سخن نے ایک برھمن بچۂ حسین و مہ جبین کے کہنے سے تصنیف کیا تھا اور محمد صالح جو اس والا جوہر سے نسبت ہم گوہری و شاگردی کی رکھتا تھا، اس نے بھی ایک دیباچہ اپنی موزونی طبع کے ساتھ عبارت رنگین و خوب و بندش الفاظ دلچسپ و مرغوب کے تصنیف کرکے اس کتاب میں داخل کیا تھا - اب اس ذرۂ بے مقدار، خاک پائے آل احمد مختار صلوات اللہ علیہ والہ الجمعین سید حیدر بخش آمادہ بے ہنری متخلص حیدری ساکن دلی خلف سید ابوالحسن نجفی نے عہد میں ظل سبحانی ابن عالمگیر ثانی شاہ عالم بادشاہ غازی خلداللہ ملکہ کے دور حکومت میں افتخار بصیرت جہان و استظہار سخنوران دوران، معدن عدل و انصاف، اشرف الاشراف زبدۂ نوآئینان عظیم الشان، مشیرخاص شاعر کیوان بارگاہ انگلستان مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام افضالہ کی سنہ بارہ سو اٹھارہ ھجری مطابق اٹھارہ سو چار عیسوی کے، فرمانے سے صاحب و الالشان ارسطوئے زمان و فلاطون

---

(۱) حامد حسن قادری : داستان تاریخ اردو (آگرہ) ص - ۹۶

حشم، مخزن لطف و کرم جناب مسٹر ولیم ہنٹر دام اقبالہ کے، موافق اپنی طبع کے زبان ریختہ میں ترجمہ کیا اور نام اس کا گلزار دانش رکھ کر اہل دانش و بینش کی نذر گزرانا - دقیقہ سنجان قضا و قدر و عقد کشایان ارباب فضل و ہنر پر مخفی و پوشیدہ نہ رہے اگرچہ زعم میں اس ذرہ بے مقدار فرومایہ کے یہ بات سمائی ہے کہ عبارت کی بندش و معنی کے حاصل ہونے میں نقص نہیں تو بھی انسان مرکب من الخطا و نسیان جان کر عرض کرتا ہے کہ اگر کہیں اس میں غلطیٔ معنی یا نامربوطی الفاظ رہ گئی ہو ـــــ اور سیر کرنے کے وقت نظر فیض اثر سے گزرے تو قلم عطارد رقم سے اصلاح کریں اور دامن کرم سے چھپا دیں - یقیں ہے جو کوئی چشم انصاف سے ملاحظہ کرے گا سقم کم پاوے گا اور جو دیدہ خوردہ بین سے نظر کرے گا خدا جانے کیا کیا دیکھے گا - قطعہ :

الٰہی تا ابد اس داستاں کو
چھپانا دشمنوں کی چشم بد سے

کہیں اس کو سدا دے، اہل دانش
رکھیں محفوظ جو نت رد و کد سے،، (۱)

اس کتاب کا انداز مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے :

،،جب اس کے گھوڑے نے خانہ زین کو اپنے خاوند کے نہ ہونے سے خراب و ویران دیکھا - خانہ بدوشوں کی طرح کیدھر اودھر پھرنے لگا اور ہر ہر قدم ٹھوکر کھانے - بہرام اپنے دشمن کا کام تمام کرکے زہرہ کی طرف گھوڑا کڑکا کے اڑ لاگا -

(۱) حیدری : گلزار دانش عکس قلمی نسخہ مملوکہ راقم :
ص - ۲ - ۳

لیکن اس مقام میں کہ پیر چرخ اپنے پردۂ نیلگوں سے ہر گھڑی ایک نیا شعبدہ دکھلاتا ہے اور ہر آن اس تخت دنیا پر ایک آفت ڈالتا ہے ایک اور ہی نیا ستم ایجاد کیا ۔

اس روزگار شعبدہ پرداز نے نہ پوچھ
اس خانۂ طلسم سے ایسے الم اٹھائے

ایک اور اس کے سر پہ ستم کا گرا پہاڑ
یعنی شب فراق منہ اپنا اسے دکھائے

لیکن وہ غم نہیں جو رہے تا بہ زندگی
نہ شب ہے وہ کہ جس پہ تنزل کبھی نہ آئے،،(۱)

یہ ضخیم کتاب ترتیب و تدوین کی منزلوں سے گزر رہی ہے اور انشاءاللہ جلد شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع کی جائے گی ۔

فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہونے کے بعد جب حیدری کو ذرا اطمینان نصیب ہوا تو انھوں نے اپنی بعض بکھری ہوئی تحریروں کو یکجا کیا، اور اس کا نام ''گلدستہ حیدری،، رکھا ۔ اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں ۔

''حاصل کلام اس گفتگو سے یہ ہے کہ خدمت گزاری سے بزرگوں کی اور فرمانبرداری سے دوستوں کی اس فقیر کو فرصت اتنی نہ ملی کہ جو کچھ واھیات بکا تھا اسے جمع کرتا ۔ اب بارہ سو پندرہ ھ میں عنایات و تفضلات سے صاحبان عالیشان والا خاندان مسٹر جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کی ایک صورت اطمینان

---

(۱) حیدری : گلزار دانش عکس قلمی نسخہ مملوکہ راقم ص - ۲ - ۳

کی ہے - اور مفارقت میں یاران قدیم دوستان صمیم کی اوقات یوہیں گزرتی ہے - اس واسطے چند قصے زبان ریختہ ہندی میں موافق اردوئے معلے کے نثر کئے گئے - جیسے قصۂ حاتم طائی اور مہروماہ کا قصہ اور طوطی نامہ نخشبی اور قصۂ لیلے مجنون کہ جو حضرت امیر خسرو دہلوی مرید حضرت نظام الدین اولیا نے اپنے خمسے میں لکھا ہے، لکھے گئے - اور چند اشعار پریشان اور کئی مخمس و چند قطعہ جو اس ہیچ‌مدان نے تصنیف کئے، سو احاطہ تحریر میں آئے - اور اس مجموعہ بے سر رشتہ و بے محاورہ کو جو اس بے سروپا نے جمع کیا ہے، نام اس اوراق پریشان کا گلدستہ حیدری رکھا ہے،، - (۱)

اس قلمی نسخے میں حیدری کی کئی اہم تصانیف شامل ہیں - سب سے پہلے تو اس میں کچھ قصے ہیں جو اپنے موضوعات اور انداز بیان دونوں اعتبار سے دلچسپ ہیں - میں نے ان قصوں کو مرتب کرکے ''مختصر کہانیاں،، کے نام سے شائع کردیا ہے - یہ کہانیاں ''نہ صرف اردو کی ادبی نثر کا اعلی نمونہ ہیں بلکہ مختصر افسانے کی فنی روایت میں بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں - کیونکہ ان میں مختصر افسانے کے فن کی جھلکیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں - ان کے موضوعات زندگی کے عام معاملات سے تعلق رکھتے ہیں - یہ سب کسی نہ کسی بنیادی خیال کے گرد گھومتی ہیں - ان میں سے اکثر میں وحدت تأثر کا پہلو بھی اپنی جھلک دکھاتا ہے - تہہ داری اور رمز و ایما کی خصوصیت بھی ان میں سے اکثر میں موجود ہے - ان کا مواد آس پاس اور گرد و پیش کی زندگی سے حاصل کیا گیا

---

(۱) حیدری : گلدستہ حیدری: قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن ص - ۱

ہے - اسی لئے ان میں زندگی کے جذباتی اور ذہنی، معاشرتی اور تہذیبی مسائل فن کے سانچے میں ڈھلتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور یہی ان کی سب سے بڑی خوبی ہے،، - (۱)

ایک کہانی یہاں نمونے کے طور پر نقل کی جاتی ہے -

''سنا ہے کہ ایک سوداگر بچہ نوجوان عالی خاندان بیس اکیس برس کا سن و سال، دنیا کی دولت سے مالا مال، فارغ البال ہمیشہ اپنے شہر میں رہا کرتا -

ایک دن اس کی جورو نے کہا ''میاں! تم مرد ہو - تمہارا اس صورت سے گھر میں بے حس و حرکت بیٹھ رہنا اچھا نہیں کیونکہ آدمی کو بے رنج راحت نہیں اور زر کو برکت بے تجارت - اسی طرح سے اگر گزران کروگے تو قارون کے خزانے سے بھی عہدا برآ نہ ہو سکوگے - جس سے بہتر یہی ہے کہ سفر کرو - کچھ دنیا کے کاروبار سے بھی واقف ہو -،، اس واسطے کہ وہ گھر سے نکلے تو وہ اپنے یار سے چین کرنے لگے -

غرض بہ ہزار خرابی اس نے اسے گھر سے نکالا -

جب وہ پردیس چلا ہر ایک عورت نے اپنے حوصلے کے موافق سوغات کو کہہ دیا اور اس کی جورو نے بھی کہا کہ ''صاحب میرے واسطے، اگر ہاتھ لگے، تو ایک سیر بھر چرتر لانا،، - آخر کار وہ ایک جہاز پر سوار ہوا اور کسی شہر کا رستہ پکڑا - بعد دو چار مہینے کے ایک ملک میں جا پہنچا اور خرید و فروخت کرنے لگا - جب اپنا مال بیچا تب سوغات کی جنس اپنے لوگوں کی

---

(۱) ڈاکٹر عبادت بریلوی : مقدمہ مختصر کہانیاں - آردو دنیا کراچی (۱۹۶۳) ص ۶۰-۶۵

خاطر ڈھونڈھنے لگا - جس جس چیز کو کہا تھا سو سو سب میسر آئی مگر چرتر کی جنس کہیں نہ پائی، لاچار ہو کر اپنے جہاز کی طرف پھرا -

اتفاقاً راہ میں ایک بڑھیا ملی اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی کہ ''واری گئی تو کس واسطے حیران ہے ؟''

اس نے کہا کہ ''ماما! میں نے بہت سا اسباب واسطے سوغات کے لیا ہے مگر چرتر کی جنس نہیں ملتی - اس لئے غمگین ہوں کہ بی بی کو کیا جواب دوں گا'' -

اس نے کہا ''لڑکے! اگر چھ مہینے میرے پاس رہنا قبول کرے تو وہ چرتر کون چیز ہے، میں خرید دوں گی'' -

اس نے یہ بات مانی اور صحبت بڑھیا کی غنیمت جانی'' -

حاصل کلام اس نے اس کے سر کے بال کئی مہینے میں بڑھائے اور عروسانہ کپڑے پہنائے - دلہنوں کی سی صورت بنا کر بادشاہ کے پاس لے گئی اور عرض کرنے لگی کہ ''جہان پناہ! اس عورت کا خاوند سپاہی ہے - وہ زبردستی اس کو میرے پاس چھوڑ گیا - میں رنڈیا دکھیا اس جوان جہان جی کو اس ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں کیونکر رکھوں ؟ آپ جہان پرور ہیں اس کو محل مبارک میں داخل کریں - جب وہ نگوڑا آوے گا تب سمجھا جاوے گا'' -

بادشاہ نے یہ بات بڑھیا کی پسند کی اور وزیر سے کہا کہ ''بیٹا تیرا پردیس گیا ہے - اس کی بی بی اکیلی رہتی ہوگی - جس سے بہتر یہی ہے کہ اس عورت کو اپنے گھر لے جا اور بہو سے ملا دے - یہ دونوں آپس میں خوش رہیں گی اور باتیں پیار کی کریں گی'' -

وزیر نے یہ حکم بادشاہی قبول کیا۔ اس عورت کو اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ ''بابا! جب تک تمہارا خاوند سفر سے پھرے تب تک اس کو اپنے ساتھ رکھو! میری بھی اس میں خوشی ہے اور بادشاہ کی بھی مرضی یہی ہے''۔

غرض اس عورت کو وزیر کی بہو نے اپنے ساتھ رکھا اور ربط دوستی نہایت بہم پہنچایا۔ ایک دن وہ دونوں کوٹھے پر کھڑیاں تھیں اور دور دور نظریں دوڑاتیاں تھیں کہ اتنے میں ابر گھر آیا، مینہ برسنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی چلی۔ ان کو بے کلی ہوئی۔ جوانی نے ستایا۔ سبزہ لہکا۔ دل بوس و کنار کو چلا۔ وزیر کی بہو نے بیقرار ہو کر اس کو سنایا کہ ''بی بی! اگر ہم میں سے اس وقت ایک مرد ہو تو کیا خوب ہو۔ بے کھٹکے رہیں اور عیش و عشرت کریں۔''

اس نے اپنی دانائی سے معلوم کیا کہ اس وقت اس کا جی ایک مرد کی خواہش رکھتا ہے۔ حقیقت میں تو مرد تھا ہی۔ اسکو بھی ایک جوانی کی ترنگ آئی اور حرص دنیوی غالب ہوئی۔ بہ طور لگاوٹ کے بات اس نے کہی کہ ''بی بی! اس وقت ہم تم نماز پڑھیں اور دعائیں مانگیں۔ خدا کریم کارساز ہے شاید ہم میں سے ایک کو مرد کردے۔''

یہ سخن دونوں نے ٹھہرایا اور دعا کی خاطر ہاتھ پھیلایا۔

بعد ایک ساعت کے وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ ''میری دعا تو جناب الٰہی میں مستجاب ہوئی اس نے اپنے کرم سے مجھے علامت مرد بخشی۔ اب آپ ایدھر تشریف لائیں۔ کچھ ہم سے مل کر حظ دنیوی اٹھائیں۔''

یہ بات سن کر وہ خوش ہوئی اور دوڑ کر اس کے گلے لپٹ گئی - پھر تو وہ دونوں بخوبی اختلاطیں کرتے تھے اور چین اٹھاتے تھے -

بعد کئی مہینے کے اس کا شوہر آیا - وزیر نے اپنی بہو سے کہا کہ ''بابا! تمہارا خاوند آیا ہے - اب اس عورت کو نیچے کے مکان میں جگہ دو اور تم اپنے دولہا سمیت اوپر کے مکان میں رہو -

یہ بات اس نے اپنے سسر کی طوعاً و کرہاً قبول کی اور خاوند کے ساتھ رہنے لگی - بعد دو چار دن کے آدھی رات کو ایک خنجر تیز سے اپنے خاوند کو ذبح کیا اور لاش اس کی مع سر دریا میں بہا دی - تعشق سے بھری اس کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ ''میں نے تیرے واسطے اپنا خاوند مارا - اگر مجھ کو اب لے آؤ بھرتا ہے تو لے - اور ایسا وقت پھر نہ پائے گا - مثل مشہور ہے شب حاملہ فردا چہ زاید''

وہ یہ سخن سنتے ہی کہنے لگا کہ ''بی بی! میں احمق نہیں کہ تجھ سی قصابن کو ساتھ رکھوں کہ وقت بے وقت اپنے تئیں بھی ذبح کرواؤں -''

یہ کہہ کر بھاگا اور بڑھیا کے گھر کا رستہ پکڑا -

جب اس نے دیکھا کہ خصم کا خصم موا اور یار کا یار جدا ہوا تب لاچار ہو کر وہاں سے پھری اور اپنے بچھونے پر جا کر سو رہی -

صبح کو سسر نے آکر پوچھا کہ ''بنو! تمہارا خاوند کیا ہوا ؟''

اس نے کہا کہ ''بابا جان! پچھلے پہر وہ میرے پاس سے اٹھ اور

اس سپاہی کی جورو کو اپنے ساتھ لے کر خدا جانے کہاں چلے گئے ۔،،

یہ سن کر وزیر کو دو غم ہوئے ۔ ایک تو بیٹے کا چھٹنا ۔ دوسرے امانت میں خیانت کا پڑنا ۔ لاچار کیا کرتا ۔ ہاتھ سے بازی جا چکی تھی ۔ چپ ہو رہا ۔

اور وہ اسی زنانے لباس سے بڑھیا کے پاس گیا اور احوال گزشتہ کہنے لگا ۔

یہ بات سن کر وہ خوش ہوئی اور بولی کہ ''واری گئی اگر عقل رکھتا ہوگا تو احوال چرتر کا معلوم کرے گا ۔،،

غرض صبح کو اس کا سر منڈا، مردانے کپڑے پہنا، سپاہیوں کی صورت بنا بادشاہ کے پاس لے گئی اور عرض کرنے لگی کہ ''یہ وہی سپاہی جاہل ہے کہ جس کی عورت محل میں داخل ہے ۔ اب یہ حضور میں آیا ہے ۔ اس کی امانت اسے ملے ۔،،

بادشاہ اس کی شیرین سخنی سے خوش ہوا ۔ وزیر سے کہنے لگا کہ ''اے خیر اندیش و نیک نظر !، اس کی عورت کو اس کے حوالے کر،،!

وزیر یہ سخن سن کر متفکر ہوا اور اپنے جی میں ارادہ کرنے لگا کہ وہ تو اس کی جورو لے گیا ہے، تو اس کی بیوی اس کے حوالے کر کیونکہ تو بھی سرخرو پیش شاہ بحروبر ہو اور جبرو نقصان برابر ہو ۔

یہ بات ٹھرائی اور اس سپاہی کو اپنے گھر لا کر اپنی بہو بہ منت اس کے حوالے کی ۔

وہ اس عورت کو لئے ہوئے پھر بڑھیا کے پاس گیا۔ وہ ان دونوں کر دیکھ کر ہنسی اور کہنے لگی کہ "مبارک، کل اپنے جہاز یہاں سے کھلوائیے اور بھرے پرے اپنے شہر تشریف لے چلئیے کچھ بڑے بازی یہاں دکھلائی ہے اور کچھ کارستانی وہاں دکھلاؤں گی۔"

غرض اس عورت اور اس سوداگر بچے کو، بعد کئی مہینے کے، اس کے شہر میں لائی اور کہنے لگی کہ "تو اپنے گھر کہلا بھیج کہ میں خدا کے فضل سے آج اس شہر میں داخل ہوا لیکن تاریخ منحوس کے باعث گھر میں نہیں آ سکتا، انشاءاللہ تعالی تڑکے آؤں گا۔

یہ خبر سنتے ہی اس کی جورو ظاہر تو خوش ہوئی پر باطن میں مر ہی گئی۔ وہ چار گھڑی رات گئے اپنے یار کو بلوا کر کہنے لگی کہ "صاحب وہ کمبخت تو آ پہنچا۔ بہتر یہی ہے کہ آج ہم تم دل کھول کر عیش و عشرت کریں۔ کل خدا جانے کیا ہو۔ مثل مشہور ہے۔ بیت

یہ دو دل کو ایک جا بٹھاتا نہیں
کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں

یہ کہہ کر شرابیں منگوائیں اور بدمستیاں شروع کیں۔ گلے میں بانہیں ڈال کر لپٹے اور بہ فراغت تمام سو رہے۔

جب آدھی رات کا عمل ہوا تب وہ بڑھیا ایک خنجر اپنی کمر سے لگا کر جہاز سے اتری اور اس سوداگر بچے کے گھر کسی سبب سے گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ سوداگر بچے کی جورو اور ایک مرد نوجوان آپس میں لب سے لب ملائے اور چھاتی سے چھاتی بھڑائے عالم عیش میں بستر راحت پر پڑے ہیں۔

یہ تماشا دیکھتے ہی اس نے خنجر کمر سے نکالا اور اس مرد کا سر کاٹ ڈالا - دھڑ تو وھیں چھوڑا - سر رومال میں باندھ کر وھاں سے لے اڑی اور سوداگر بچے کے پاس آکر کہنے لگی کہ ''صبح کو دو چار گھڑی دن چڑھے اس سر کو مع اسباب سوغات اپنے گھر لے جا - جس وقت وہ لوگ تجھے دیکھیں اور اپنی اپنی سوغات طلب کریں، اسی وقت ھر ایک کی امانت ھر ایک کے حوالے کرنا اور اپنی بی‌بی سے کہنا کہ ''صاحب! آپ بھی ایدھر آئیں اور اپنی سوغات لیں - آپ نے تو سیر بھر چرتر منگوایا تھا، میں سوا سیر لایا - اس کو لو اور میری محنت کی داد دو،،! یہ کہہ کر وزیر کی بہو کو سامنے کر دینا اور اس سر کو اس گود میں دھر دینا -،،

غرض صبح کو وہ سوداگر بچہ ان دونوں کو لے کر اپنے گھر گیا اور اس بڑھیا کے کہنے کے بموجب اپنے عمل میں لایا - چنانچہ ھر ایک کی سوغات دیکر وزیر کی بہو کو اپنی بی‌بی کے سامنے کھڑا کیا - اور اس سر کو اپنی گود میں دھر کر کہنے لگا کہ ''بی‌بی! تم نے سیر بھر کہا تھا، میں سوا سیر لایا ھوں - دیکھو! سیر بھر تو یہ عورت ھے کہ جس نے میرے واسطے اپنے شوھر کو مارا اور پاؤ سیر یہ ھے کہ جس کا سر تمہاری گود میں کٹا - اپنے دل کی ترازو میں تول لو اور سچے من سے جواب دو! دیکھو تو کچھ تمہارے چرتر سے میزان بنتی ھے یا نہیں؟ سچ کہو!،،

جوھیں اس نے وہ سر دیکھا وھیں شرمندہ ھوئی اور چاھتی تھی کہ گردن نیچی کرے کہ اتنے میں اس نے تلوار کمر سے

لی - پہلے تو وزیر کی بہو کا سر کاٹا - پھر اپنی بی بی کا کام تمام کیا - جب تک جیا پھر رنڈی کا نام نہ لیا -،، (۱)

گلدستہ حیدری میں حیدری کا لکھا ہوا شعرائے اردو کا تذکرہ بھی شامل ہے - اس کا نام گلشن ہند یا گلشن ہندی ہے - یہ تذکرہ انہوں نے ۱۲۱۴ھ میں لکھا - جیسا کہ اس قطعہ سے ظاہر ہے -

مرتب کر چکا جب تذکرہ میں
ز روئے حق یہ بولے شیخ اور رند

کہی تاریخ اس کی حیدری خوب
اسے کہتا ہے ہر ایک گلشن ہند (۲)

''بعد اس کے صاحبان طبیعت پر معلوم ہو کہ سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری خلف سید ابوالحسن نجفی ساکن دلی، شاگرد قبلہ کونین مولوی غلام حسین غازی پوری، تعلیم یافتۂ مجلس نواب(۳) ابراھیم علی خان بہادر مرحوم سنہ بارہ سو چودہ ھجری میں اکیسویں رجب کو تری کی راہ میں بنارس سے مرشد آباد کی طرف روانہ ہوا - بعد قطع منزل غازی پور کے قریب پہنچا - وھاں مرزا محمد علی مرزا محمد فاضل کے بیٹے، دلی کے رھنے والے سے، کہ وہ بھی ایک

(۱) ڈاکٹر عبادت بریلوی : مختصر کہانیاں - حیدری : اردو دنیا کراچی ص ۶۰ - ۶۵

(۲) حیدری : تذکرہ گلشن ھندی (گلدستہ حیدری : نسخہ آکسفورڈ)

(۳) اصل متن میں نواب ابراھیم علی خان ہے - علی ابراھیم خان ھونا چاھئے - حیدری سے سہو ہوا ہے -

کشتی میں سوار ہوئے، اسی سمت کو آتے تھے، ملاقات ہوئی۔ صاحب سلامت پیدا کی۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات ان کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا۔ کبھی کبھی وہ بھی مہربانی فرماتے تھے اور طبع بھی موزوں رکھتے تھے اسی سبب سے ذکر شعر و سخن بہم ہوا کرتا تھا۔

ایک دن وہ کہنے لگے کہ میرے پاس ہندی کے دیوان متعدد ہیں، ان کی سیر کرو اور اچھے اشعار ان میں سے انتخاب کر کے ترتیب دو، جو تمہاری یادگاری رہے۔

اگرچہ طبیعت فقیر کی صعوبات سفر اور تکالیف زمانے سے ہر آن مشوش رہتی تھی لیکن ان کی خاطر از بس کہ عزیز تھی، وے دیوان دیکھے۔ موافق اپنے حوصلے کے اشعار چنے۔ اور نام ان کے مصنفوں کے بہ قدر تحقیقات کے احاطۂ تحریر میں لا کر اس تذکرے کا نام گلشن ہندی رکھا۔ (۱)

حیدری کا تذکرہ بہت مختصر ہے۔ اس میں شاعروں کے حالات بھی کم ہیں، اور انتخاب کلام بھی بہت معمولی سا ہے۔ اس کا انداز یہ ہے:-

''آفتاب تخلص مہر سپہر جہانبانی، شاہ عالم بادشاہ ابن عالمگیر ثانی کہ بیالیس برس سے تا حال سنہ بارہ سو چودہ ہجری، اوپر سر بر سلطنت کے مانند مہر سپہر کے جلوہ‌گر ہیں۔ اور آفتاب تخلص رکھتے ہیں۔ یہ تصنیف خاص ہے۔

---

(۱) حیدر بخش حیدری: تذکرہ گلشن ہند قلمی نسخہ باڈلین لائبریری آکسفورڈ)

صبح تو جام سے گزرتی ہے
شب دلآرام سے گزرتی ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گزرتی ہے

نواب آصف الدولہ وزیرالممالک آصف جاہ یحییٰ خان بہادر ہزبرجنگ مرحوم، ابن نواب شجاع الدولہ مغفور بن نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ مبرور -- جود و سخا میں یکتائے دھر تھے - اور آصف تخلص رکھتے تھے - یہ تصنیف خاص ہے -

دل ہمارا خانۂ اللہ کو مشہور تھا
سو بتوں کے عشق میں اب وہ بھی بت خانہ ہوا

جس جگہ آنسو گرے ہے آبلہ پڑ جائے ہے
آب سے آتش ہوئی کیونکہ بہم کیا جانیے

پوچھتے کیا ہو شب ہجر کی حالت یارو
میں ہوں اور رات ہے اور عالم تنہائی ہے

آصف نہ چھوڑ دست سخاوت کو زینہار
لایا ہے کچھ نہ سات نہ جاوے گا کچھ لئے (۱)

یہ تذکرہ کبھی شائع نہیں ہوا - میں نے اس کو مرتب کرکے پریس میں دے دیا ہے - انشاءاللہ جلد شائع ہو کر سامنے جائے گا -

گلدستۂ حیدری میں حیدری کا وہ دیوان بھی شامل ہے جو اس وقت شائع کیا جا رہا ہے - اس دیوان کی تفصیل اس سے قبل اسی

---

(۱) حیدری : تذکرۂ گلشن ہندی - (گلدستہ حیدری) قلمی نسخہ باڈلین لائبریری آکسفورڈ -

مقدمے میں پیش کی جا چکی ہے ۔

حیدری کی یہ کتاب گلدستۂ حیدری اشاعت کے لئے فورٹ ولیم کالج نے منظور کرلی تھی ۔ تین سو صفحات تھے اور اس پر انہیں دو سو روپے کا انعام ملا تھا (۱) لیکن یہ کتاب شائع نہ ہوسکی۔

ہفت پیکر، بھی حیدری کی اہم تالیف ہے ۔ یہ ایک منظوم مثنوی ہے جو ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں لکھی گئی ۔ مرزا کاظم علی جوان نے اس کی تاریخ ''جان تازہ ہفت پیکر یہ ہوئی،، ۔ نکالی تھی ۔ اس کا ایک نسخہ شاہان اودھ کے کتب خانے میں تھا لیکن یہ کبھی شائع نہیں ہوئی (۲) اس کا کوئی قلمی نسخہ مجھے انگلستان میں بھی دستیاب نہیں ہوا ۔

حیدری نے تاریخ نادری کا ترجمہ بھی کیا تھا ۔ اصل کتاب محمد مہدی ابن محمد نصیر استرآبادی نے تاریخ جہاں کشائے نادری کے نام سے فارسی میں لکھی تھی ۔ یہ نادر شاہ کے ہم‌عصر تھے ۔

اس کتاب مین نادر شاہ کے مفصل حالات‌ہیں ۔ حیدری نے اس کتاب کا ترجمہ ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں کیا ۔ یہ کتاب نایاب ہے ۔ (۳) انگلستان کے دوران قیام میں باوجود کوشش کے مجھے اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا ۔

بعض لکھنے والوں کا خیال ہے کہ حیدری نے جامع‌القوانین کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی تھی ۔ اس کتاب کے دو سو صفحات

---

(۱) محمد عتیق صدیقی گل کرسٹ اور اس کا عہد ۔ ص ۔ ۱۷۰

(۲) سید محمد : ارباب‌نثر اردو مطبوعہ لاهور ۔ ص ۔ ۹۷

(۳) حامد حسن قادری : داستان تاریخ اردو (آگرہ) ص ۔ ۹۵

تھے اور اس پر انہیں سو روپے کا انعام ملا تھا - محمد عتیق صدیقی نے گل کرسٹ اور اس کا عہد، میں چند ایسی کتابوں کی فہرست دی ھے جو فورٹ ولیم کالج میں طباعت کے لئے تیار کی جا رھی تھیں - ان میں اس کتاب کا نام بھی ھے - (۱) سید محمد اور حامد حسن قادری کو اس کتاب کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکی - مجھے انگلستان کے دوران قیام میں، باوجود کوشش کے اس کا بھی کوئی نسخہ نہیں ملا -

حیدری کی آخری تالیف 'گل مغفرت، ھے - یہ کتاب انھوں نے ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۲ء میں لکھی - یہ کتاب ملا حسین واعظ کاشفی کی کتاب روضة الشھدا سے ماخوذ ھے - پہلے حیدری نے اس کتاب کو 'گلشن شہیدان، کے نام سے اردو میں منتقل کیا تھا - پھر شہدائے کربلا کے حالات اس میں سے نکال کر ایک کتاب مرتب کی اور اس کا نام 'گل مغفرت، رکھا - اور یہ سب کچھ ایک دوست کے کہنے پر کیا - دیباچے میں لکھتے ھیں :

''بعد اس کلام متبرک کے صاحبان درد و غم و مبتلایان رنج و الم پر ظاھر و ھویدا ھووے کہ اس حیدر بخش حیدری نے کتاب گلشن شہیدان سے، جس کو پہلے کتاب روضةالشھدا سے زبان ریختہ میں ترجمہ کیا تھا، اب شہر محرم الحرام کی بیسویں تاریخ سن بارہ سو ستائیس ھجری میں جناب فیض مآب گل و گلزار معانی، شمع بزم نکتہ دانی، گوھر بحر سیادت و امامت، سروجوئبار گلشن شرافت و نجابت مولوی سید حسین علی صاحب جونپوری زادالطافہ

---

(۱) محمد عتیق صدیقی - گل کرسٹ اور اس کا عھد - ص - ۱۷۵

کے ارشاد کرنے سے، جن کی خدمت فیض درجت میں اس ہیچمدان کو ایک رسوخ ادبی و نیاز باطنی ہے، اس نسخہ کو انتخاب کیا، اور نام اس کا گل مغفرت رکھا ۔ اس لئے کہ ہر ایک خاص و عام کی نظر اشرف سے گزرے ۔ مقبول خاطر عاطر ہووے،، ۔ (۱)

گل مغفرت ۱۸۱۲ء مطابق ۱۲۲۶ھ میں کلکتہ کے ہندوستانی چھاپے خانے میں چھپی ۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت ملتی ہے ۔

''نسخہ گل مغفرت، لکھا ہوا سید حیدر بخش حیدری کا، عہد حکومت میں زبدۂ نوئینان عظیم الشان، مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان نواب مستطاب لارڈ منٹو گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ و افضالہ کے سنہ بارہ سو چھبیس ہجری مطابق اٹھارہ سو بارہ عیسوی کے دارالامارت کلکتہ کے ہندوستانی چھاپے خانے خاص و عام کے فائدے کی خاطر چھپوایا گیا،، ۔ (۲)

اب اس کو مجلس ترقی ادب لاہور نے بھی شائع کردیا ہے ۔

گل مغفرت کا اندازہ یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی مجلس حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی

جو اشک گرے بھر جگر گوشۂ زہرہ
ہے لاکھ عبادات سے بہتر یہ عبادت

---

(۱) حیدری : گل مغفرت : (مطبوعہ کلکتہ ۔ ۱۸۱۲ء)
ص ۔ ۷ ۔ ۸

(۲) ایضاً ۔ ص ۔ ۱

اے حیدری آنسو نہ سمجھ اس کو سنا ہے
کہتے ہیں اسے اہل نظر بحر شفاعت

اے مومنو! یہ شب وہ شب ہے کہ جس میں حضرت رسالت پناہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کا ذکر کیا جاتا ہے ۔ اس کی محفل عزا میں بیٹھو ۔ اپنی صدف چشم سے گوہر سرشک بہاؤ،، ۔ (۱) ص ۔ ۲۰۸

دوسری مجلس جناب سیدۃالنسا فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کی ۔

خوشا وہ چشم جو ہو نم حسین کی خاطر
خوشا وہ دل جو کرے غم حسین کی خاطر

زہے وہ محفل شادی زہے وہ بزم سرور
کہ جس میں کیجئے ماتم حسین کی خاطر

اے مومنو! یہ شب وہ شب ہے کہ جس مین حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے لباس حیات اپنے جسم مطہر سے اتارا اور سفر آخرت کے اسباب کا تہیہ کیا ۔ (۲) ص ۔ ۲۸ ۔ ۲۹

تیسری مجلس حضرت مرتضی علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے شہید ہونے کی ۔

اے محبو! بیٹھے کیا ہو گریہ و زاری کرو
جانشین مصطفے پر آج خونباری کرو

---

(۱) حیدری : گل مغفرت : (مطبوعہ کلکتہ ۔ ۱۸۱۲ء)
ص ۔ ۸ ۔ ۹

(۲) حیدری : گل مغفرت (کلکتہ) ص ۔ ۲۸

حیدری ہو واسطے حیدر کے سر کو پیٹ پیٹ
اس ولی اللہ کی دل سے عزاداری کرو

اے مومنو! آل عبا کے عزا دارو! یہ شب وہ شب ہے کہ جس میں جناب مرتضی علی علیہ السلام کی بعضی بعضی فضیلت اور شہادت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سنو اور چشمۂ چشم سے دریائے سرشک بہاؤ (۱) ص - ۴۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوتھی مجلس حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے اور اس دنیائے دون سے سفر کرنے کی -

اے چشم اشک بار نہ رونے میں کر کمی
جوں مردمک لباس کر اپنا تو ماتمی

اس بزم میں دے بھر خدا خون دل بہا
ٹک دیکھ یاں ہے فاطمہ اہل عزا بنی

اے یارو! آل عبا کی بزم کے بیٹھنے والو! وائے جناب حسنین کی محفل عزا کے سنوارنے ہارو ۔

یہ شب وہ شب ہے کہ جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ روؤ، اور لخت جگر چشم تر سے بہاؤ،، (۲) ص - ٦٥

پانچویں مجلس حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کے شہید ہونے کی -

---

(۱) حیدری : گل مغفرت (کلکتہ) ص - ۴۷

(۲) ایضاً : ص - ٦٥

دریائے خون اے مومنو آنکھوں سے دو بہا
بہر حسین تشنہ لب و شاہ کربلا

ہے سرخروئی تم کو اسی سے بہ روزحشر
پیش رسول و فاطمہ و پیش مرتضے

اے مومنو! یہ شب وہ شب ہے کہ جس میں حضرت مسلم ابن عقیل کے شہید ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے ۔ اس کی بے کسی اور تنہائی پر رؤو ۔ چشمۂ چشم سےخون دل بہاؤ،، ۔ (۱) ص ۔ ۸۵

چھٹی مجلس حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کے صاحبزادوں بیکسوں کے شہید ہونے کی ۔

کیوں نہ ہوں اس غم میں آنسو اپنی آنکھوں سے رواں
غم الم کو دیکھ کر روتا ہے ہر شب آسماں

ہے غضب وہ حضرت مسلم کے دونوں نورعین
تشنہ لب دریا کنارے قتل ہوں اے مومناں

اے مومنو! یہ شب وہ شب ہے کہ جس میں حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کے صاحب زادوں کی شہادت کا ذکر کیا جاتا ہے ۔ (۲)

سید حیدر بخش حیدری کے حالات و تصانیف کی اس تفصیل سے یہ حقیقت واضع ہوتی ہے کہ وہ فورٹ ولیم کالج کے سب سے اہم مصنف تھے ۔ انھوں نے اچھی خاصی تعداد میں نثر کی کتابیں لکھیں اور آسان اور سادہ نثر کا وہ اسلوب بھی پیدا کیا، جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں ۔ انھوں نے صرف ترجمے ہی تک اپنے آپ کو

---

(۱) حیدری : گل مغفرت : (کلکتہ) ص ۔ ۸۵
(۲) ایضاً : ۱۰۰

محدود نہیں کیا، طبع زاد ادبی تخلیقات کو پیش کرنے میں بھی پیش پیش رہے - ان کی پرواز صرف روایتی انداز کی داستانوں ہی تک محدود نہیں رہی، انھوں نے بعض نئی اصناف ادب کا تجربہ بھی کیا - انھوں نے صرف آسان اور سادہ نثر کی طرف توجہ ہی نہیں کی، ایک بڑے ہی دلکش اور دلآویز اسلوب کی طرح ڈالی ـــــ اور اس اعتبار سے وہ اردو نثر کے ایک اہم صاحب طرز انشاء پرداز اور ایک منفرد تخلیقی فن کار نظر آتے ہیں -

یہ صحیح ہے کہ ان کا میدان نثر ہے، اور اسی میدان میں انھوں نے اپنی طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں - لیکن ایک شاعر کی حیثیت سے بھی وہ کسی طرح کم مرتبہ نہیں ہیں - ان کا کلام زندگی سے بھرپور ہے - وہ حقیقت اور واقعیت سے لبریز نظر آتا ہے اور اس میں شروع سے آخر تک سوز و گداز کی ایک لہر سی دوڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے -

دیوان حیدری ان خصوصیات کی صحیح آئینہ داری کرتا ہے، اور وہ حیدری کے شاعرانہ اور فن کارانہ مزاج کا ایک نہایت ہی حسین مرقع ہے -

عبادت

دیوانِ حیدری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

برابری کا تیری گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار طمانچے ۱ مونه ۲ اس کا لال کیا

وهیں هوچین بہ جبین غصے سے کہا 'مت بک،'
کبھی جو بوسے کا اس سے مین ٹک سوال کیا

نہ آئی کچھ بھی مسیحائی تیری کام میرے
بدن سے روح نے آخر کو انتقال کیا

گرا تھا کٹ کے زمین پر کبھی تیرا ناخن
فلک نے اس کو اٹھا کر وهیں هلال کیا

ادا کا اس کی نہ دیکھا مین حیدری محبوب
خدا نے اس کو زمانے میں بے مثال کیا

---

(۱) برٹش میوزیم لندن اور باڈلین لائبریری آکسفورڈ کے قلمی نسخوں میں طپانچہ ھے۔ یہ لفظ طمانچہ یا طماچہ کے مفہوم میں استعمال ھوا ھے۔ بعض لغات میں طبانچہ اور تپانچہ کے الفاظ بھی ملتے ھیں۔ ان کا مطلب بھی طمانچہ یا طماچہ ھے۔

(۲) دونوں نسخوں میں مونہ ھے اس زمانے میں بہت سے لوگ مونہ کو اس طرح لکھتے تھے۔

یان تلک تو ہے اثر اس نالۂ شبگیر کا
کر دے ۱ دو ٹکڑے جگر پتھر کی بھی تصویر کا

آج وہ رکھے ہے ناوک شست میں ابرو کمان
زاہد چلہ نشین! ٹک ہو ہدف اس تیر کا

جو پھنسا زلف سیہ اس کی مین پھر چھوٹا نہ آہ!
زلف ہے یا دام ہے یا سلسلہ زنجیر کا

داغ یوں لہکے ہے دل پر غم سے سینے میں میرے
اس طرح پھولا نہ ہوگا لالہ بھی کشمیر کا

زور یہ موزون ہوئی اے حیدری تجھ سے غزل
جو سنے اس کو وہیں ہو مبتلا تحریر کا

——✡——

پل میں ایک طوفان کو برپا کیا
کیا کیا اے چشم تر یہ کیا کیا

کچھ نہیں تقصیر دل کی کچھ نہیں
جو کیا آنکھوں نے سو اچھا کیا

غنچۂ گل کا ہوا دل چاک چاک
تو نے جب بند قبا کو وا کیا

اڑ گیا ہے رنگ روئے شمع سے
انجمن میں کس نے یہ جلوا۲ کیا

ہو رہی ہے دھوم تیری حیدری
جب سے تو نے شعر کا چرچا کیا

——✡——

(۱) دونوں نسخوں 'میں دو ٹکڑے ہے۔ 'جو ٹکڑے بھی ہو سکتا ہے۔

(۲) جلوہ -

یہ عشق میں تیرے ہوا انجام ہمارا
جو سنتا ہے لیتا نہیں پھر نام ہمارا

زخمی جو کیا مجھ کو تو مت چھوڑ سسکتا
قاتل تیرے ہاتھوں سے یہ ہو کام ہمارا

شکوہ جو جفا کا کریں گر تیری غلط ہے
ہے کون سوا تیرے دل آرام ہمارا

رہنے دے زمین پر نہ اٹھا مجھ کو اے ناصح!
جون نقش قدم ہے یہی آرام ہمارا

اس شوخ کی فرقت میں نہیں تھمتا ہے آنسو
اے حیدری اب صبح سے تا شام ہمارا

ہم نے کیا کیا نہ تیرے عشق میں جانا! (۱) چھوڑا
طوف کعبے کا تجا دیر کا جانا چھوڑا

اس سے ہرگز نہ ہوئی آہ ملاقات حصول
جس سے ملنے کے لئے اپنا بگانا چھوڑا

کیا کہوں حالت دل اپنی میں اس سے، جس نے
اپنا آنا نہ رکھا، میرا بلانا چھوڑا

کیا خدا جانے ہوئی اس کی خطا کیا مجھ سے
اس نے یارو! جو میرے پاس کا آنا جھوڑا

حیدری کیسی دو آنکھیں ہیں یہ حسرت ہے مجھے
دیکھ نرگس نے جنہیں سر کا اٹھانا چھوڑا

---

(۱) 'جاناں، قافیہ کی رعایت سے 'جانا' لکھا ہے۔

یارو! شب‌فرقت میں آرام نہیں آتا
رونے کے سوا مجھ کو کچھ کام نہیں آتا

یہ کیسی مصیبت ہے جس کے لئے مر گئے ہیں
وہ اپنے مزار اوپر دوگام نہیں آتا

خط کیونکہ لکھے مجھ کو وہ شوخ وفا دشمن
جھوٹھے ۱ بھی کبھی اس کا پیغام نہیں آتا

زاہد! یہ نہیں ممکن کعبے کو تو پہنچے گا
جب تک کہ نظر دارالاسلام نہیں آتا

دل دیکھ کے خال اس کا زلفوں میں پھنسا جا کے
ہر مرغ تو بے دانہ در دام نہیں آتا

بے مہر تو اتنا ہے خورشید لقا! مجھ تک
گر صبح کو آتا ہے تو شام نہیں آتا

اے حیدری وہ دلبر جوں قول تمنا کے
کہنے لگا مجھ کو تو یہ نام نہیں آتا

جس نے تجھے بھر نگاہ دیکھا
تا حشر نہ مہر و ماہ دیکھا

مارا ہے مجھے نہ تو نے ظالم!
اے قاتل بے‌گناہ دیکھا

اس کے تو اثر کیا نہ جی میں
اے جذبۂ عشق و آہ! دیکھا

(۱) 'جھوٹے' کا املا اُس زمانے میں 'جھوٹھے' تھا۔ دونوں نسخوں میں اسی طرح ہے۔

پھرتے ہیں نظر میں ٹوپی والے
جس دن سے وہ کج کلاہ دیکھا

میں کہتا نہ تھا کرے گا رسوا
کیوں حیدری اس کو چاہ دیکھا

بد جو کہنے مجھے اغیاروں میں وہ یار لگا
میں بھی سنتا تھا کہیں واں پس دیوار لگا

سامنے جاکے کہا میں نے 'مجھے کہتے ہو،
منفعل ہوکے وہیں کرنے وہ انکار لگا

پھر تو جو جو میری اس وقت زبان پر آیا
پوچھو مت کیا کہوں جو کہنے میں ناچار لگا

تب تو مونہہ پھیر کے وہ شوخ لگا یوں کہنے
'مغز پھرنے لگا کیا رکھی ہے تکرار لگا،

اس کی تقصیر نہیں، وہ تو نہ مانا ہے صنم
لے گئے مجھ سے اڑا کر اسے اغیار لگا

اب بھی ٹک گھر سے نکل اے ستم ایجاد میاں!
کب سے روتا ہے تیرے در پہ یہ بیمار لگا

حیدری ہم تو ہیں ملنے کے تمہارے قابل
جو پھٹکتا ہے اسے لیتے ہو یک بار لگا

اس کو بھی اس کے سایہ ساں دیکھا
ہم نے جو سرو بوستان دیکھا

الفت گل جو چھوڑ دی تم نے
شاید اس گل کو بلبلاں! دیکھا

نہ گیا کوئے یار تک نالہ
ان نے یوں گرچہ آسمان دیکھا

ان نے مانگا نہ حشر تک پانی
جو ترا کشتہ اے میاں! دیکھا

عیوض(۱) اشک لخت دل ٹپکے
دیدہ تر کا امتحان دیکھا

وقت پیری کو اپنے ہم پہنچے
پر نہ اس سا کوئی جوان دیکھا

کوئی قاتل ہیں حیدری ہم نے
جس کو دیکھا سو نیم جان دیکھا

دل ہے تجھے اشتیاق اس کو اگر دیکھنا
جان کو رکھ ھاتھ پر تب تو ادھر دیکھنا

آتش فرقت کے اب شعلے تو اٹھنے لگے
جل نہ اٹھے دل کہیں دیدۂ تر! دیکھنا

زلف کو ٹک چھوڑ دے چہرے پر اے ماہ رو!
ملتے ھیں کس پیار سے شام و سحر دیکھنا

اوروں سے ہے اختلاط روز و شب اے حیدری!
ہم کو میسر نہیں ایک نظر دیکھنا

---

(۱) عوض

گلشن میں آج کس کا گزر اے صبا! ہوا
ہے سرو ایک پاسے جو اب تک کھڑا ہوا

بلبل قسم ہے گل کو نہ دیکھے گی حشر تک
بند قبا چمن میں اگر تیرا وا ہوا

یارب! کہاں ہے مہر وہ جس کے سلام کو
ہے اب تلک فلک پہ مہ نو جھکا ہوا

ٹھرا نہ میرے بالیں پہ بھاگا وہیں طبیب
جوہیں (۱) نظر پڑا مرا منکا ڈھلا ہوا

اے حیدری! یہ میرا ہی جاری ہے فیض چشم
ہے اب تلک جہان میں جو دریا بھرا ہوا

شب سے تا صبح کل جو چرچا تھا
ذکر تیرے ہی زلف و رخ کا تھا

لے گئی دل بہ زور زلف اس کی
ورنہ مقدور اور کس کا تھا

جان دی اک کرشمے پر اس کے
حوصلہ دیکھو کیا ہی اپنا تھا

عمر نے آہ بے وفائی کی
ورنہ جی میں ہمارے کیا کیا تھا

فتنہ انگیز کیوں کیا بیدار
چین سے میں تو اپنے سوتا تھا

---

(۱) جوں ہی

لطف نے اس کے کردیا خاموش
ورنہ شکوہ لبوں تک آیا تھا

حیدری پاس ویسی ہے نہ سزا
دل ترا مجھ سے جیسی کرتا تھا

(۱) تا عمر اس کے غم میں فریاد میں کرون گا
تو کیا جہان میں جی کر ناشاد مین کرون گا

خسرو! اگر ملے گی تجھ سے نہ داد میری
تو اپنی جان شیرین برباد میں کرون گا

یاں اپنی عمر گزری واں کی (۲) خزاں چمن میں
چھوٹ (۳) کر قفس سے اب کیا صیاد! میں کرون گا

مجنون نے خاک جا کر صحرا میں گو اڑائی
پر اب جنون کا جنگل آباد میں کرون گا

کہہ دے جھڑی لگا دیں اے حیدری یہ آنکھیں
خون جگر کو اپنے امداد میں کرون گا

(۴) اس رشک گل کی خاطر جس دن میں زار رویا
رونے کو دیکھ میرے ابر بہار رویا

(۱) یہ غزل دونوں قلمی نسخوں میں ردیف ز کے تخت تھی اس کو الف کی ردیف میں رکھنا مناسب معلوم ہوا۔

(۲) گئی (۳) چھٹ

(۴) یہ غزل قلمی نسخے میں ردیف ک کے بعد درج تھی۔ اس کو الف میں شامل کرنا مناسب سمجھا گیا۔

ھجراں کی شب میں اکثر لے شام سے سحر تک
کر زلف یاد اس کی میں بار بار رویا

رویا نہ میری خاطر اک بار وہ ستمگر
فرقت میں اس کے یارو! میں لاکھ بار رویا

بعد از فنا کے آ کر مرقد پہ حیدری کے
کر یاد حیدری کو وہ ڈھار مار رویا

---

(۱)عزیز مجھ کو ھوا ھے مشکل کہوں کہ کیا ھے خیال اپنا
شگافیٔ مو کروں کہاں تک پڑا ھے سر پر وبال اپنا

جو دے گا بوسہ تو ساتھ ھوں گا وگرنہ ھوں گا میں اس سے رخصت
قسم ھے اب کے ملے وہ جانا (۲) یہی ھے اس سے سوال اپنا

نہ بولیں بلبل گلوں سے ھرگز نہ گل ھی خجلت سے سر اٹھائیں
اگو وہ گل‌رو چمن میں آکر جو ٹک دکھاوے جمال اپنا

نہ شب کو ھم سے ملا وہ مہ‌رو نہ دن کو ان نے کبھو (۳) بلایا
خراب و خستہ پھریں ھیں روتے ھوا ھے یہ کچھ تو حال اپنا

میں ھوں وہ کشتہ گر آ کے دیکھے میرے جنازے کو اب مسیحا
تو سر کو دھر کر ھمارے بالیں پہ بھول جاوے کمال اپنا

جو ھم نے پوچھا یہ حیدری سے کیدھر (۴) چلا اے جہاں‌دیدہ
تو کہنے لاگا اٹھا کے سر کو جیدھر (۵) گیا وہ نہال اپنا

---

(۱) یہ غزل ردیف ل کے بعد درج تھی ۔ اس کو ردیف الف میں شامل کرنا مناسب معلوم ھوا ۔

(۲) جاناں　　(۳) کبھی

(۴) کدھر　　(۵) جدھر

(۱)سر بھی تو ہم نے اس کی گزرگاہ میں رکھا
تو بھی تو اس نے یارو! نہ ایدھر گزر کیا

سو سو طرح کی رکھتے تھے اس سے امید چشم
دیکھا نہ اس نے ہم کوصد افسوس سر اٹھا

آنسو نے اس کے دل سے نکالی نہ دشمنی
پانی نہ سنگ خارا میں تاثیر کر سکا

یارب! تو اس جوان دلاور پہ رکھ نظر
مقبول ہو جناب مقدس میں یہ دعا

یارب! میں تجھ سے کیا کہوں اس کو کہ جس نے خوف(۲)
تیر بلائے گوشہ نشیناں اٹھا دیا

ماھی و مرغ رونے سے میرے نہ سو سکے
پر اس خمار چشم کا دیدہ نہ وا ھوا

چاھا تھا میں کہ راہ میں اس کی مروں جوں شمع
پر اس نے مجھ طرف نہ رکھا جوں نسیم پا

---

(۱) یہ غزل ردیف ی میں تھی ۔ اس کو ردیف الف میں درج کیا گیا ۔

(۲) دونوں مصرعے موزوں ھیں ۔
'جس نے خوف، 'تیر بلائے گوشہ نشیناں، یعنی گوشہ گیر فقیروں یا مظوموں کی آہ کا تیر ۔ الفاظ اگرچہ صحیح مفہوم ادا کرنے سے قاصر ھیں لیکن مدعا یہی ھے ۔

یہ شعر اور اس سے پہلا شعر قطعہ بند ھیں ۔ یعنی وہ جوان ایسا بیباک اور دل آزار ھے کہ میں اس کا گلہ بھی نہیں کر سکتا ، اس نے آہ مظوموں کا خوف بھی اپنے دل سے اٹھا دیا ھے ۔

جانا (۱) تو ہی بتا کہ وہ تھا کون سنگدل
سر جس کا تیری تیغ کے نیچے سپر نہ تھا

کلک زبان بریدۂ حافظ نے بزم میں
تب تک کہا نہ راز نہ سر جب تلک کٹا

(۲) اشک باری بہ اگر دیدۂ تر لاؤں گا
خون دل ہر مژۂ چشم سے برساؤں گا

کیوں اٹھاتے ہو مجھے اپنی گلی سے صاحب!
میں ہوں بیمار ذرا بیٹھ کے اٹھ جاؤں گا

گرم جوشی نہ کرو غیر سے آگے میرے
میں بھی اک آگ دم سرد سے بھڑکاؤں گا

تو نہ جا دل سے میرے اے غم دوریٔ صنم
تیرے جانے سے تو میں اور بھی گبھراؤں گا

باغ دل کو وہ میرے سمجھے ہے گو سیر چمن
باغ سبز اس کو میں ایک اور ہی دکھلاؤں گا

شربت وصل صنم گو نہیں حاصل مجھ کو
زھر فرقت تو مرے پاس ہے کھا جاؤں گا

حیدری سچ تو یہ ہے خوب غزل تم نے کہی
اس کو میں تم سے کسی بزم میں پڑھواؤں گا

---

(۱) جاناں

(۲) یہ غزل قلمی نسخوں میں ردیف ی میں تھی - یہاں اس کو ردیف الف میں شامل کیا گیا ہے -

ب

سچ کہو ہم سے کیا ہوا صاحب
ہو گئے دن سے کچھ خفا صاحب

آزمائش کو اس وفا گر کی
جتنی چاہو کرو جفا صاحب

اتنے آنے سے میرے تند نہ ہو
خوش رہو اپنے لو چلا صاحب

حیدری سے رکھو نہ جی میں غبار
ہے تمہارا وہ خاک پا صاحب

ت

دل کہتا ہوں میں مت ہو گرفتار محبت
ہو جاوے گا دشوار تجھے بار محبت

پھرتے ہیں بہت شیفتہ اس عشق کے ہاتھوں
آخر کو نہ سمجھا کوئی اسرار محبت

کہتا ہوں مرا مان کہا ، باز آ اس سے
ڈرتا ہوں کہ تجھ کو نہ ہو آزار محبت

کہنے سے مرے کہنا 'لگا پھر یوں مرا دل،
میں عاشق صادق [ہوں] دل افگار محبت

منصور کے مانند مجھے دار پہ کھینچو
یہ ہو سکے مجھ سے نہ ہو انکار محبت

گلشن کی نہ خواہش نہ چمن کی مجھے الفت
لہکے ہے جگر میں میرے گلزار محبت

مانع نہ ہو مجھ کو،نہ دے اسلام سے رشتہ
ناصح مجھے کافی ہے یہ زنّار محبت

ممکن نہیں گردن مری اس پھندے سے نکلے
سو تار کا ڈالا ہے گلے ہار (۱) محبت

کس درد کا دیوان پڑھا حیدری تو نے
جو کہنے لگا تو بھی اب اشعار محبت

کن نے دیکھی ہے ایسی بھاری رات
جیسے تجھ بن کٹی ہماری رات

زلف کی یاد میں تری ہم نے
رو رو آنکھوں میں ہے گزاری رات

شب کو شبنم نہیں پڑی پیارے!
مجھ پہ یہ کر گئی ہے زاری رات

وہ تو آیا نظر نہ مہر لقا
گو پھرا اس کے کو میں ساری رات

اس کی فرقت میں حیدری ہم کو
آہ تھی کیا ہی بیقراری رات

بے سبب تم نے نہیں ہم سے چھپائی صورت
کچھ تو خوش آیا ہے جو یہ نہ خوش آئی صورت

وعدہ کر گھر میں گئے یہ کہ پھر آتا ہوں ابھی
واہ وا زور پھرے خوب دکھائی صورت

مردمک چشم میں ہر لحظہ کھٹکتے ہین میرے
ایسی آنکھوں میں تیری یار سمائی صورت

---

(۱) غالباً حیدری اس کو جائز سمجتے تھے - اصولاً یہ صحیح نہیں -

سادہ رو جیسا کہ بچپن میں تھا دیکھا تجھ کو
خط کے آنے سے نہ پھر آج وہ پائی صورت

حیدری سامنے کب ہو سکے اس کے یوسف
چاہ میں جس نے جسے دیکھ چھپائی صورت

—✡—

(۱)اتنے مغرور نہ ہو حسن پر اے یار! بہت
ہم نے دیکھیں ہیں میاں! تجھ سے طرحدار بہت

بے لئے بوسہ نہ چھوڑیں گے تجھے اے ظالم!
ہیں تیرے چھوٹے سمجھتا ہوں میں اقرار بہت

ہم تو شکوہ نہ زباں پر ترا لاتے تھے کبھی
اب جو کہتے ہیں تو اے یار! ہیں ناچار بہت

بیٹھ بالین پہ میری کہنے لگا رو کے طبیب
'ایسا دیکھا نہیں، گر دیکھیں(۲) ہیں بیمار بہت،

موت آوے کہیں یا وہ پھرے جلدی یارب!
ہجر کے جینے سے آیا ہوں میں بیزار بہت

محتسب! جائیو مے خانے میں ہو کر ہشیار
آج بیٹھے ہیں ترے گڑھنے کو مے خوار بہت

کب عزیز ہم کو وہ رکھتا ہے شبیہ یوسف
اس کا ہے گرم خریداروں سے بازار بہت

بس جی بس بیٹھے رہو، کھینچو نہ دھمکاؤ مجھے
تم سے دیکھے ہیں میاں! صاحب تلوار بہت

---

(۱) دونوں قلمی نسخوں میں 'اتنے، ہے۔ 'اتنا، ہونا چاہئے -
(۲) دیکھے ہیں -

حیدری ایسی غزل کم نظر آئی ہے ہمیں
ورنہ سننے کو سنے ہوویں گے اشعار بہت

(۱) آرزوئے قتل پر میرے ہے وہ خنجر بہ دست
میں تمنائے شہادت میں رکھوں ہوں سر بہ دست

شیشۂ دل کس طرح لے جاؤں اس کے سامنے
پھینک مارے گا وہ کافر رکھے ہے پتھر بہ دست

لعل کو صدقے کروں اس پر سے وہ رکھتا ہوں میں
دیدۂ خون بار کی دولت سے اب گوہر بہ دست

روز محشر کا نہیں خطرہ اسے کچھ حیدری
معصیت کا گو رکھے ہے اپنے وہ محضر بہ دست

لیکن اتنا ہے کہ اس کے سر پہ ہو روز شمار
سایۂ آل رسول و دامن حیدر بہ دست

---

(۱) یہ غزل ردیف ز کے بعد درج تھی۔ اس کو ردیف ت میں شامل کیا گیا۔

ث

اس کی زلف اور رخ سے یاران الغیاث
کرتے ہیں گبر و مسلمان الغیاث

ایک نگہ میں آہ مجھ سے مغبچہ
لے گیا ہے دین و ایمان الغیاث

دھج کو تیری دیکھ کر اے تند خو!
کرتے ہیں سب کج کلاہاں الغیاث

اس قدر رونے سے تیرے حیدری
اب کرے ہے ابر و باران الغیاث

ج

سرخ سر پر بے طرح قاتل کے ہے دستار آج
دیکھئے کرتا ہے کس کا خون یہ خونخوار آج

کچھ نہ ہوگا اب تیری تشخیص سے اس کو طبیب
بھر چکا دن زندگی کے اپنی یہ بیمار آج

لے گیا ہے دل مرا جس بات سے وہ تند خو
پھر اسی ڈھب کی ہے لایا دیکھیؤ! گفتار آج

کل گلستان میں تیرے دیکھا ہے جلوے کو مگر
جو نہیں کرتی ہے بلبل گل سے کچھ تکرار آج

حیدری اب وہ طرح بدلی ہے آنکھوں نے مری
دیں بہا پل میں، گر آوے ابر دریا بار آج

چ

دام سوجھا نہ اسے کچھ نشۂ بنگ کے بیچ
مرغ دل پھنس گیا جا کا کل شب رنگ کے بیچ

گرمیٔ حسن سے پھونکے گا کہاں تک عالم
آگ تو لگ اٹھی ظالم! جگر سنگ کے بیچ

رستم دہر اگر ہو تو نہ ٹھہرے وہ کبھی
دبدبا(۱) ایسا ہے اس شوخ کے آہنگ کے بیچ

کل جو ایک ہاتھ لگا شیخ کے چوتڑ پہ وہیں
یہ صدا نکلی کہ ایسی نہ ہو مردنگ کے بیچ

دل مرا اڑتا ہے بالائے ہوا مثل پتنگ
جب سے جی حیدری! اس بت کا گیا چنگ کے بیچ

(۱) دبدبہ

ح

کھب گئی ہے جب سے جی میں مرے یار کی طرح
گل بھی لگے ہے آنکھوں میں اب خار کی طرح

ھووے ہے جاں بحق یہ کوئی دم میں اے طبیب!
پوچھے ہے کیا تو اس دل بیمار کی طرح

کہتے ہی بات کے جو اڑا لے ہے دل میاں!
کس کی اٹھائی تو نے یہ گفتار کی طرح

زاھد نے شب کو پی ہے کہیں سے مگر شراب
اب جو پھرے ہے لوٹتا مے خوار کی طرح

دیکھیں تو قتل کس کو یہ کرتا ہے حیدری
بے طرح آج ہے مرے خونخوار کی طرح

خ

ایسی ہاتھوں پر ترے مہندی ہے یہ اے جان! سرخ
عکس سے جس کے ہوا ہے پنجۂ مرجان سرخ

گر لہ (۱) اوگتا یہ کسی دل سوختہ کی خاک پر
تو یقین تھا کہ نہ ہوتا اس طرح بستان سرخ

ہو چکی تو زندگی گر یوں ہیں(۲) یہ لخت جگر
اشک کے بدلے گرین ہیں آنکھ سے ہر آن سرخ

آہ کیا جانے ذبح کس کو کیا قاتل نے آج
غرق ہے خون میں گریباں اس کا اور داماں سرخ

ترہے داماں فلک تک خون سے شبیر کے
حیدری کچھ کربلا ہی کا نہیں میدان سرخ

(۱) اُگتا (۲) یوں ہی

د

کوئے جاناں میں شتابی مرے جانا قاصد
خبر اس بت کی خدا کے لئے لانا قاصد

جس طرح جاتا ہے اب پیٹھ دکھائے مجھ کو
اس طرح خیر سے پھر منہ کو دکھانا قاصد

گر وہ پوچھے مرا احوال تو از بہر خدا
درد دل سب اسے رو رو کے سنانا قاصد

بلکہ بہتر تو یہی ہے کہ کتابت کے سوا
اپنے ھمراہ بنے تو اسے لانا قاصد

حیدری ہے تو یو ھیں(۱) چھوڑے نہ ھرگز اس کو
بلکہ لے آوے اگرچہ ہے یہ دانا قاصد

لکھی ہے کیفیت گریہ سر بہ سر قاصد
شتابی لے کے پہنچیو تو نامہ تر قاصد

(۱) یوں ھی

پر فرشته بھی پہنچے نه جس کے کوچے میں
خدائی(۱)ہے جو تیرا ہووے واں گزر قاصد

پھرا نه کچھ بھی وہ لے کر جواب وائے نصیب!
اوڑا(۲) کدھر میرا نامه، گیا کدھر قاصد

تو نامه حیدری دے مرغ روح کو اپنے
که جس کے آگے نه پہنچے جو لاوے پر قاصد

---

(۱) خداهی

(۲) آڑا

ذ

لکھوں میں کس طرح اس کو اے نامہ بر! کاغذ
کہ کر دیا مری آنکھوں نے میرا تر کاغذ

وہیں ہو غصے سے کھا تاؤ، کر دیئے پرزے
کبھی جو بھیجا ہے لکھ کر میں اس کے گھر کاغذ

اور پھر کہا مرے قاصد کو ''جا جواب یہ دے
کہ تیرا دھر دیا بڑھ ہم نے آگ پر کاغذ''

خدا ہی جانے کہ تو کیا لکھے لکھوں میں کیا
کہ درمیان میں یہی ہو ہے (۱) فتنہ گر کاغذ

وہ نامہ مجھ کو لکھے گا نہ حیدری تا حشر
تو کس لئے اسے بھیجے ہے ہر سحر کاغذ

(۱) یعنی ہوتا ہے۔

ر

ہاتھ کو مت باز رکھ، میں تیرے واری، کھینچ کر
دل تو حاضر ہے مرا جڑ دے کٹاری کھینچ کر

دل نہ آتا تھا، قسم ہے تیرے کوچے میں، سنا،
کیا کروں کم بخت لائی، بیقراری کھینچ کر

یاں تلک رویا ہوں فرقت میں تری جاناں! کہ اب
خون دل آنکھوں میں لائی اشک باری کھینچ کر

جس کو تو پوچھے ہے کل تھا نزع میں وہ نیم جان
مر گیا ہے آج تیری انتظاری، کھینچ کر

حشر میں ہوگا اسی کا حیدری رتبہ بلند
اٹھ گیا جو اس جہان سے خاکساری کھینچ کر

میں مر گیا ہوں، ہو کے فدا چشم یار پر
نرگس اوگے (۱)، عجب نہیں میرے مزار پر

---

(۱) اگے

بھاگا پھرے ہے ابر! میری چشم تر سے تو
اے ابر! قصد کیجیو دل بیقرار پر

دھقان پسر کے آگے نہ کرنا اسے ذلیل
اے چشم! رحم کیجیو ابر بہار پر

ہوتے نہیں یہ بت تو خدا کے بھی آشنا
دل ان کو دیجئے، کہو، کس اعتبار پر

باد صبا کے ھاتھ سے بچنے کو تھی یہ خاک
روتا نہ ابر گر مری مشت غبار پر

اتنا تو تو بھی گل سے نہ خوش ہوگی عندلیب!
نازاں(۱) ہوں جس قدر میں دل داغدار پر

دیروحرم میں بھی نہیں جلوہ یہ حیدری
برسے ہے نور جو مرے ایوان یار پر

(۲)حجاب چہرۂ جان ھی ہومیرے تن کا غبار
عجب گھڑی ھو اٹھے جب یہ پردۂ شب تار

میں جاؤں گلشن رضوان میں، مرغ ھوں اس کا
کہ یہ قفس ھی موافق نہیں مرے زینھار(۳)

کھلا نہ یہ کہ کہاں تھا میں اور کہاں آیا
میں اپنے کام سے غافل ھوں کیا دریغ ھزار!

---

(۱) قلمی نسخوں میں ناداں ھے۔ لیکن 'نازاں' زیادہ مناسب ھے۔

(۲) یہ غزل ردیف 'ی' میں تھی۔ اس کو ردیف 'ر' میں درج کیا گیا ھے۔

(۳) زنہار

کروں طواف میں کیونکر حریم عالم قدس
ہوئی ہے قید مجھے میرے تن کی بس دشوار

میرا ہے مسکن و ماوا ازل سے منظر حور
نہ ہوئے کوئے خراباتیاں وطن زینہار

جو بوئے درد اب آتی ہے خون دل سے میرے
عجب نہ کر کہ ہوں ہم درد نافۂ تاتار

سمجھ نہ پیرہن زر سے خوش مجھے ہرگز
مثال شمع سے ہے پیرہن یہ آتش بار

اٹھا دے پردۂ ہستی کو آکے حافظ کے
کہ تا سنے نہ کوئی اس سے لفظ من زینہار(۱)

---

(۱) زنہار

ز

صید بازی کا نہ تھا شوق تجھے یار! ھنوز
جب سے ھوں کنج قفس میں میں گرفتار ھنوز

نہ تو مرتا ھوں، نہ جیتا ھوں، نہ چھوٹے ھے خیال
مجھ سا دیکھا ھی کسی نے نہیں بیمار ھنوز

نیم جان ھوں میں تیرے تیر نگہ کا گھائل
آہ اس پر ھے مجھے حسرت دیدار ھنوز

حیدری کس طرح اس شوخ سے ھوگا ملنا
ملنے کو ملتا ھے پر ھے وھی انکار ھنوز

س

ہاتھ سے تیرے وہ گیا افسوس!
اب تو دل جتنا چاہے کہا افسوس

عشق میں جس کے ہو گیا ہوں پیر
نہ جوان مجھ کو وہ ملا افسوس!

دل میں تھی اس کی جس جگہ جاگہہ
اب وہ گھر غم کا ہو گیا افسوس!

حیدری وقت واپسیں کو میرے
دیکھ عیسےٰ نے بھی کیا افسوس

غ

دیتا ہے یاں تلک مرے دل کا بہار داغ
لالہ نے جس کے رشک سے کھائے ہیں چار داغ

حاجت نہیں چراغ کی تربت پہ کچھ مجھے
روشن کرے گا بعد ہمارے مزار داغ

ہو کس طرح شگفتہ مرا دل اے ہمنشیں!
بیٹھا ہے دل پہ جم کے میرے شعلہ بار داغ

کیونکر فلک کا شکوہ کروں میں نہ حیدری
دل ایک دیا خدا نے سو اس میں ہزار داغ

---

(۱) کب اسے بھاتی ہے یارو! بوئے گل اور سیر باغ
نکہت گل سے پریشان جس کا ہوتا ہے دماغ

---

(۱) یہ غزل ردیف 'و' میں تھی۔ اس کو ردیف 'غ' میں رکھنا مناسب خیال کیا گیا۔

اس طرح روشن ھے داغ ھجر سینے میں مرے
جس طرح اجڑے نگر میں آہ! جلتا ھے چراغ

اب خدا! جانے ھوا گم زلف میں کس کی یہ دل
شام سے لے صبح تک ڈھونڈھا (۱) نہ پایا کچھ سراغ

کیا ھی دکھلاتا ھوں اپنی اس کو میں بدمستیاں
ساقیا! بھر دے مجھے گر اس گھڑی مے کا ایاغ

سامنے جس کے فرشتہ بھی نہ کر سکتا ھو بات
حیدری مشکل ھے واں پیغام کا تیرے بلاغ

(۱) ڈھونڈا

ک

پرتو اس گل کا جو پڑجائے چمن کے نزدیک
جائے بلبل نہ کبھی سرو و سمن کے نزدیک

اب جو پھرتا ہے پریشان وہ، شاید پہنچی
زلف کی بو تیری آھوئے ختن کے نزدیک

حیدری ہے میری آنکھوں کا یہ سیلاب جسے
نربدا کہتے ھیں اور ہے وہ دکھن کے نزدیک

روح خالق نے دی جس وقت کہ انسان میں پھونک
آتش عشق دی پھر اس کے دل و جان میں پھونک

اشک ٹپکے ہے جو ہر لحظہ مری چشم سے گرم
آگ دی کن نے، مرے اس دل نادان میں پھونک

نہ شفق اس کو سمجھیو کوئی زینہار(۱) یہ آگ
دی مری آہ نے اس چرخ کے دامان میں پھونک

---

(۱) زنہار

سرخیٔ لب نے تری، کیا کہوں، اے شعلۂ نور!
آگ دی جا، جگر لعل بدخشاں میں پھونک

حالت نزع میں یوں مر گئی کہہ کر بلبل
بال و پر میرے صبا، جا کے گلستان میں پھونک،

گھر رکھے جس کا شرف، کیا کہوں کعبہ سے سوائے
اس کے خیمے کو عدو دیویں بیابان میں پھونک

یہ غزل حیدری جس دم تیری سودا نے سنی
آگ دیوے گا وھیں اپنے وہ دیوان میں پھونک

ق

یوں تو دیکھے ہیں بہت ہم نے جہاں کے احمق
پر یہ معلوم نہیں تم ہو کہاں کے احمق

شیخ جی! حال ہے یہ آپ کا جس کا یہ حال
بیٹھیو بزم میں ہر پیر و جوان کے احمق

شیخ جی! اتنے نہ ہو علم پر اپنے مغرور
طفل مکتب تمہیں سمجھے ہیں یہاں کے احمق

حیدری ہم تو سمجھتے ہیں یقین بھی یہ ہے
شیخ اللہ کے عشاق بتوں کے احمق

ل

یک بارگی ایسا ہی شکست اس سے ہوا دل
پھر لاکھ لگایا کہ لگے دل، نہ لگا دل

یا اللہ ابھی لے گئے ہو بات کے کہتے
کیوں جھوٹ یہ کہتے ہو 'ترا کن نے لیا دل'

من مار کے سینے ہی میں بس رہ گیا ہیہات!
نہ تو نے سنی میری، نہ کچھ مجھ سے کہا دل

اے حیدری تا حشر نہ دوں پھر اسے باعمد[1]
گر اب کے کوئی اس سے میرا دیوے دلا دل

آہ! میں کیا کہوں اس وقت کی ناچاریٔ دل
اشک بھی باقی نہیں جو کریں غم خواریٔ دل

سرعت نبض میری دیکھ لگا کہنے طبیب
'جائے گفتن نہیں، ہے سخت یہ بیماریٔ دل

(۱) باعمد کا استعمال عام نہیں ہے -

ناصحو! تم چلو اٹھ جاؤ نہ چھیڑو مجھ کو
تم بھی معلوم کرو ہو جو گرفتاریٔ دل

حیدری وہ ستم ایجاد تو ملنے کا نہیں
کس کی خاطر تو بھلا کرتا ہے یہ خواریٔ دل

ہوا کس کا الٰہی آشنا دل
جو کچھ سنتا نہیں میری میرا دل

ہوا بیمار کس کی دیکھ آنکھیں
ابھی تو تھا میرا چنگا بھلا دل

نہ دوں گا حشر تک میں پھر کسی کو
اگر اب کے میرا ان نے دیا دل

نہ دے گا جز اذیت چین تجھ کو
نہ اپنا حیدری اس سے ملا دل

۴

دل جاوے ہے اس کو میں سبب کچھ نہیں معلوم
کیا جانیے کیا لاوے غضب، کچھ نہیں معلوم

سوتا تھا مرے بر میں اٹھا چونک یہ بولا
''گزری ہے بتا کتنی یہ شب کچھ نہیں معلوم''

جا بیٹھا قریب اس سے جو یک بار کہیں میں
''غصّے سے لگا کہنے ادب کچھ نہیں معلوم''

دل بھڑکے ہے سینے میں پڑا ہجر سے اس کے
گر کیا ہوا ظاہر میں جو تب کچھ نہیں معلوم

اشعار تمنا کے جو پڑھنے لگے[۱] لڑکے
اے حیدری تو کہہ کہ 'مجھے کچھ(۲) نہیں معلوم'

---

۱ لگیں -

۲ متن میں کچھ، ہے - غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے- 'اب' ہونا چاہئے -

یہاں(۱) تلک روئے کہ اب بحر غم ہو بیٹھے ہم
موج فرقت میں در اشک ڈبو بیٹھے ہم

اب جیدھر(۲) چاھے اودھر اے دل نادان تو جا!
تجھ سے اے جان! میری ھاتھ کو دھو بیٹھے ہم

دیکھئے ھاتھ سے قسمت کے ثمر کیا پاویں
تخم آلفت دل بیتاب میں بو بیٹھے ہم

بلبلو! جاؤ تمہیں گل کے گلے سے لگیو!
دست صیاد سے گلشن کو تو رو بیٹھے ہم

دامن یار تو ھرگز نہ ھوا سایہ فگن
نقش پا کی طرح اس کوچے میں گو بیٹھے ہم

حیدری ہم سے یوں اب آج کہے ہے ناصح
یعنی تم کوچۂ جاناں سے آٹھو! بیٹھے ہم،

---

(۱) یاں

(۲) جدھر

ن

شب ہجراں میں تیری زلف کو جب یاد کرتے ہیں
تو ہائے دل میں دود آہ کی زنجیر بھرتے ہیں

نہیں معلوم کس مے کش کی خاطر صحن گلشن میں
جو یہ گل اپنے کانسے(۱) کوئے شبنم سے بھرتے ہیں

چرا کر ہے گیا خال رخ دلدار دل میرا
تعجب ہے کہ شب ہے چاندنی اور چور پڑتے ہیں

مسیحا دم تو کہلاتا ہے اے ظالم! اسی منہ پر
جولب تو کھولتا نہیں ہم اسی حیرت میں مرتے ہیں

نہیں کوچے میں اس کے حیدری رخصت ہی نالے کی
کبھو جب سخت تنگ آتے ہیں آہ سرد بھرتے ہیں

سر جھکائے کب سے میں تیری تہ تلوار ہوں
دیر کیوں کرتا ہے میرے قتل پر اے یار! ہوں

ابر! اس کے روبرو پانی بھرے اک پل میں تو
گر اشارے سے کہوں اے چشم دریا بار، ہوں

(۱) کاسے

جس قدر چاهو آسے تم آج ٹھونکو مے کشو!
محتسب کے پیٹنے کو اذن نئیں درکار، هوں

آچکے هیں شیخ جی زندو! تمهاری بزم میں
دیر کیوں کرتے هو ان کے سرسے لو دستار، هوں

قتل کرنے کو میرے دیکھے هے کس کی راہ تو
میں نے خون بخشا، نه کر تاخیر، اے خونخوار، هوں

منتظر هیں اهل دیوان بزم میں اے حیدری!
وقت خاموشی نهیں هے پڑھ کوئی اشعار، هوں

بہ اس قدر نه پھوٹ کر اے چشم تر! کہیں
بدلے گریں نه اشک کے لخت جگر کہیں

جو تیری زلف و رخ کے هوئے یار مبتلا
کہتے هیں ان کی شام کہیں اور سحر کہیں

خجلت سے پھر نکالیں نه سر کو سپہر سے
دیکھیں جو تیرے چہرے کو شمس و قمر کہیں

آیا هے انتظار میں اس کے لبوں په جی
یارب! پھرے شتاب مرا نامه بر کہیں

آنسو کے ساتھ بہ نه گیا هوئے حیدری
پاتا نهیں هوں سینے میں دل کی خبر کہیں

تا عمر هم نے اپنی وفائیں نه چھوڑیاں
پراس نے اپنی حیف! جفائیں نه چھوڑیاں

قاتل! تیری نگاہ کے شهیدوں کو کیا کہوں
مرنے کو مر گئے په دعائیں نه چھوڑیاں

خط نے اگرچہ حسن کو اس کے اڑا دیا
لیکن ابھی وہ اس نے ادائیں نہ چھوڑیاں

ٹک منصفی سے دیکھو شجاعت حسین کی
سر کٹتے کٹتے اس نے عطائیں نہ چھوڑیاں

جاوے گا بے حساب تو جنت میں حیدری!
گر تو نے اس جہان میں خطائیں نہ چھوڑیاں

جینا تو کہاں یارو! پر کشتۂ غم ہوں میں
شادی کی نہ کچھ پوچھو وابستہ الم ہوں میں

آنکھوں کو اٹھا لیویں سب اہل نظر پل میں
اے پیارے! اگر تیری اب خاک قدم ہوں میں

اس در کی گدائی سے عقبیٰ کی تو لی دولت
دنیا کے اگر ہاتھوں بے دام و درم ہوں میں

کیا منہ ہے عدو کا جو میدان میں مرے آوے
شاعر ہوں، سپاہی ہوں، باسیف و قلم ہوں میں

اے حیدری! میں امرت ہوں حق میں محبوں کے
اور دشمنوں کی خاطر ایک پیالۂ سم ہوں میں

نہ بت خانے سے مطلب نہ حرم سے کام رکھتے ہیں
یہ ہم کو کس لئے گبرو مسلماں نام رکھتے ہیں

کہو کیونکر نہ مرغ دل پھنسے زلفوں میں خوباں کی
یہ صیّاد زماں دانا ہیں دو دو دام رکھتے ہیں

خدا جانے تواضع ہے یہ کس سے کش کی گلشن میں
جو گل بھر بھر کے شبنم سے اپنے جام رکھتے ہیں

زراعت دل کی چر جاتی ہے ایک پل میں پلک لگتے
یہ آہو چشم جس سینے پہ اپنے گام رکھتے ہیں

کبھی ذکر رخ و کچھ یاد کاکل ہجر میں اس کے
یہی اب حیدری ہم ورد صبح و شام رکھتے ہیں

اس کے کاکل میں نہ پھنسیو دل ناکام! کہیں
ہے گرفتاروں کو واں کے نہیں آرام کہیں

ہم انہیں باتوں سے آزردہ تمہاری ہیں صنم!
سینے سے لگنا کہیں بوسہ بہ پیغام کہیں

خار فرقت سے ہوا ہے یہ دل افگار فگار
اب تو چھاتی لگے یارب! وہ گل اندام کہیں

روز محشر وہیں ہو جائے سحر کو برپا
گر وہ آبیٹھے میرا مہر سر بام کہیں

پھر نہ پوچھے گا کوئی آتش ہجراں! تجھ کو
یہ جگر خستہ اگر کچھ بھی رہا کام کہیں

روز و شب ہے یہی امید الٰہی! تجھ سے
رام ہو جائے میرا وہ بت خود کام(۱) کہیں

یاد میں اس کی رخ و زلف کے اپنے اب تو
صبح ہوتی ہے کہیں حیدری اورشام کہیں

ہے خفتگان خاک سے کہتی نہاں زمیں
رکھتی نہیں کسی کا بھی نام و نشاں زمیں

میدان عشق ہاتھ سے دوں گا نہ میں کبھی
ٹل جائے میرے پا سے اگر اب یہاں زمیں

---

(۱) قلمی نسخوں میں رام ہے۔ کام ہونا چاہئے

دینا ہماری خاک کو ٹک قرب و منزلت
کیونکر کہ اب ہوا ہوں تیرا میہماں زمیں

غارت کیا ہے اس کو میرے سیل اشک نے
یونان کی حشر تک تو نہ ہوگی عیاں زمیں

جانا نہ داغ دل لئے گر میں بہ زیر خاک
کیا مونہہ (۱) جو پھر یہ ہوئے یہاں گلستان زمیں

رکھیو قدم سبنھل کے ذرا اے جوان عشق!
دب جائے تیرے پا سے نہ یہ ناتوان زمیں

گر حیدری ہے ورد شہ بو تراب کی
کیا منہ جو پھر یہ کھاوے تیری استخوان زمیں

میں ایک (۲) بوسے پر اپنی جاں بیچتا ہوں
لو بہر خدا اے بتاں بیچتا ہوں

نہ دوں دل جو دے کوئی تخت سلیماں
تیرے ایک کرشمے پہ ہاں بیچتا ہوں

جو تو مول لیوے تو بیچوں وگرنہ
سوا تیرے یہ دل کہاں بیچتا ہوں

وہ لیتا نہیں کوئی تیرا سمجھ کر
یہ دل اپنے کو میں جہاں بیچتا ہوں

انہیں لو نہ لو کوئی یاقوت و گوہر
میں وہ دیدۂ خون چکاں بیچتا ہوں

---

(۱) منہ
(۲) اک

ہیں دونوں جہان حیدری مول خس کے
اب ارزان وہ دل اپنا ہاں، بیچتا ہوں

تونے گلشن میں جو کل جا کے ملائیں آنکھیں
پھر نہ نرگس نے خجالت سے اُٹھائیں آنکھیں

اُن نے تو اپنے قدم ان پہ نہ رکھے ہیہات!
ہم نے اس کوچے میں گو اپنی بچھائیں آنکھیں

تیغ ابرو کو عبث کھینچو ہو ہم پر، ہم تو
پل میں مر جائیں گے گر ٹک بھی دکھائیں آنکھیں

دیکھئے آفت نو لاوے ہے اب کیا ہم پر
آج اس شوخ سے پھر دل نے لڑائیں آنکھیں

حیدری لعل و گوہر صدقے کروں اُن پر سے
رحمت حق سے غرض میں نے وہ پائیں آنکھیں

زلف کا تیری گرفتار بلا میں ہیں(۱) ہوں
چشم نم، خستہ جگر، چاک قبا میں ہیں ہوں

یوں کرو غیروں پہ تم مہر و کرم نازو ادا
پر اُٹھانے کے تئیں جور و جفا میں ہیں ہوں

کھینچ کر تیغ نہ رکھ باز میاں میں اے میاں!
قابل کشتن بے جرم و خطا میں ہیں ہوں

باغ ہستی سے ہر ایک لے چلے عقبیٰ کا ثمر
ان میں اے ہمرہو! بے برگ و نوا میں ہیں ہوں

---

(۱) ہی

حیدری کیا کہوں اب تجھ سے بقول سودا
یا تو ہے درد و یا میر ہے یا میں ہیں ہوں

اس بے وفا کے عشق میں گرچہ وفا نہیں
پر کیا کروں میں دل تو میرا بوجھتا نہیں

اے دل! سمجھ کے رکھیو قدم کوئے عشق میں
جیتا تو اب تلک کوئی واں سے پھرا نہیں

قاتل ترے شہید نے تا قتل جز دعا
حق میں تو میرے اور کچھ ان نے کہا نہیں

یوں آپ کی خوشی ہے مجھے قتل کیجئے
برحق تو ہے یہی کہ میری کچھ خطا نہیں

مت اس کی دوستی کا تجسس کر حیدری!
یہ چرخ کینہ جو کسی کا آشنا نہیں

و

خواب ہرگز تری دوری سے نہ آیا مجھ کو
روز محشر شب فرقت نے دکھایا مجھ کو

اشک کیا کٹ کے گرے لخت جگر آنکھوں سے
فرقت یار نے یاں تک تو رلایا مجھ کو

آہ جو نکلی(۱) ہے سینے سے بہ رنگ شعلہ
آتش عشق نے یاں تک تو جلایا مجھ کو

ہمنشینوں پہ تو کیا بلکہ گئی بھول اجل
غم نے بیمار ترے ایسا بنایا مجھ کو

پھر نہ پاوے گا مجھے حیدری جوں قطرۂ اشک
اب کے نظروں سے اگر تو نے گرایا مجھ کو

مشک ختن سی تجھ میں ہر لحظہ نکلے ہے بو
باد نسیم! اُس کی زلفوں میں شب رہی تو؟

---

(۱) نکلے

دندان و لب پہ اس کے صدقے انہیں میں کرتا
پتھر اگر نہ ہوتے یاقوت و لعل و لولو

اے مہ! ترے فلک نے ایسی کجی نہ دیکھی
رکھتے ہیں جس قدر خم اس کے ہلال ابرو

پھر حشر تک گلوں کا منہ بلبلیں نہ دیکھیں
دکھلائے پاؤں اپنا ان کو اگر وہ گل رو

آنکھوں سے حیدری میں دل اپنا ان پہ واروں
لے جائیں مجھ کو آں سو (۱) یاں سے اگو یہ آنسو

شب کو کسی محفل میں جو وہ رشک بتاں ہو
فانوس میں چھپ شمع وہاں گریہ کناں ہو

مقدور صبا کی جو گرہ گل کی تو کھولے (۲)
جب تک کہ شگفتہ نہ میرا غنچہ دہاں ہو

رخسارے تو ایسے ہی وہ نازک ہیں نہ ہو لال
بوسہ کو کسی کا جو کہیں ان پہ گماں ہو

گر دیکھے فلک ماہ میرے ماہ جبین کو
گل کھا کے جگر میں نہ رہے مات کتان ہو (۳)

---

(۱) مراد ہے اس طرف ۔

(۲) یہ مصرعہ قلمی نسخوں میں اسی طرح ہے ۔ لیکن مفہوم واضح نہیں ہوتا ۔ اس مصرعہ کو اس طرح ہونا چاہئے ۔ 'مقدور صبا کیا جو گرہ گل کی یہ کھولے'

(۳) کتابت کی موجودہ صورت سے دوسرے مصرعے کا مفہوم واضح نہیں ۔ غالباً یہ مراد ہے کہ فلک کے جگر میں گل (داغ) پڑ جائے اور کتان کی طرح چاک ہو جائے ۔

کہتے ہیں غزل سن کے تری صاحب دیوان
اس فن میں میاں **حیدری** تم سیف زبان ہو

جب سے نظر پڑا ہے وہ گلعذار مجھ کو
بھاتی نہیں ہے تب سے کوئی بہار مجھ کو
کیا فائدہ کرے گا تریاق وصل یارو!
ھجراں کے زھر نے تو رکھا ھے مار مجھ کو
کچھ صید تھے نہ ھرگز زلف سیہ سے اس کے
اس دام نے کیا ھے کیونکر شکار مجھ کو
دیوان بہت ہیں دیکھے، پر اب تو ہو گیا ھے
اشعار **حیدری** کے پڑھنا شعار مجھ کر

دھردے تجھ تیغ تلے اب کوئی سر، دیکھیں تو
کون رکھتا ھے میاں! مجھ سا جگر، دیکھیں تو
چاھیے یوں ہیں (۱) کہ خون بھی نہ رھے سینے میں
اشکباری تری اے دیدۂ تر! دیکھیں تو
کس طرح توڑ کے گزرے ھے فلک، ھم بھی تو
کچھ تیرا نالۂ شب گیر! اثر دیکھیں تو
زلف میں **حیدری** اس بت کی کیا جس نے مقام
کیونکر ھوتی ھے بھلا اس پہ سحر دیکھیں تو

رورو یہاں (۲) تک تیری فرقت میں بہائے آنسو
کہ لگے لخت جگر گرنے بجائے آنسو

---

(۱) یوں ھی
(۲) یاں

ضعف نے باز رکھا تھا تیرے کوچے سے مجھے
قوت سیل سے پر کھینچ لے آئے آنسو

دل کو لے جاؤں نہ پھر حسن کے دریا پہ کبھی
بحر غم سے اگر اب پار لگائے آنسو

حیدری لعل و گوہر (۱) صدقے کروں ان پر سے
چشم خوں بار کی دولت میں وہ پائے آنسو

پوچھتے کیا ہو آہ! مت پوچھو
بد بلا وہ ہے چاہ مت پوچھو

صف مردم کرے ہے نت برہم
نگہہ کج کلاہ مت پوچھو

شیخ گم گشتۂ ازل خود ہے
ہم رہوں! (۲) اس سے راہ مت پوچھو

گردشیں نت نئی دکھاتا ہے
یہ فلک روسیاہ مت پوچھو

حیدری ہیں اسی کے یہ پرتو
جلوۂ مہر و ماہ مت پوچھو

خواب میں شب کو جھلک اس نے دکھائی مجھ کو
کھل گئی آنکھ تو پھر نیند نہ آئی مجھ کو

نہ خطا اس کی نہ کچھ میری ہے تقصیر و گناہ
گردش چرخ نے دی اس سے جدائی مجھ کو

---

(۱) گہر

(۲) ہم رہو

جس کی محفل میں فرشتے کا بھی ہووے نہ گذر
اس کی مجلس میں بھلا کب ہو رسائی مجھ کو

حیدری چاہیے مسکن ہو نجف میرا، نہ ہند
صرف تقدیر یہاں کھینچ لے آئی مجھ کو

گلشن میں نہ لے جائے کوئی میرے سجن کو
قمری نہ کبھی دیکھے گی پھر سرو وسمن کو

میں دیکھ کے خط اس گل عارض کا موا ہوں
بہتر ہے کرے سبز کوئی میرے کفن کو

لاکھوں ہیں(۱) نظر آئیں اسے یوسف کنعان
جھانکے جو کوئی آکے ترے چاہ ذقن کو

باللہ کہیں(۲) آفرین، میں کھاتا ہوں سوگند
اے حیدری! جو کوئی سنے تیرے سخن کو

ہوا زلف کا کس کے اب مبتلا تو
جو ہر دم رہے ہے پریشاں دلا! تو

ڈبو دیں گے ایک پل میں اے ابر تجھ کو
میرے دیدۂ تر کے آگے نہ آ تو

تیری انتظاری نے اور مجھ کو مارا
بھلی لی خبر اس کی، قاصد پھر آ تو

---

(۱) ھی (۲) کہے

نہ اس سے ملوں کچھ ہے یہ بھی نصیحت
مرا مغز ناحق اے ناصح! نہ کھا تو

نہ بندہ ملے گا کوئی اور مجھ سا
سمجھ کرکے آزاد کرنا بھلا تو

مری مشت خاک اس کے کوچے میں لے جا
بھلا دستگیری کر اتنی میں صبا تو

اگر ہے سیہ میرا اعمال نامہ
تو دھو ابر رحمت سے اس کو خدا تو

خدا سے بھی وہ دل تیرا پھیر دے گا
نہ اس بت کا ہو حیدری آشنا تو

تہی کرتا ہے ہم سے جس گھڑی وہ سیم بر پہلو
دل اپنا مضطرب ہوتا ہے جوں سیماب در پہلو

کوئی صورت نظر آتی نہیں اب جی کے بچنے کی
ادھر ہے تیر مژگان اور ایدھر(۱) سینہ سپر پہلو

یہ ہے گوٹ زری کا حسن تیرے گرد چہرے کے
طلائی جس طرح کرتے ہیں آئینہ کا ہر پہلو

صفائے شست پر تیری کماں ابرو میں قربان ہوں
کہ جو تیر اس سے چلتا ہے وہ آ بیٹھے ہے بر پہلو

کیا کس کے تئیں اون نے شہید اے حیدری! سچ کہہ
نظر آتا ہے اس کی تیغ کا جو خون سے تر پہلو

---

(۱) ادھر

(۱) کرتے ہیں طلب ہم اس صنم کو
منہ دیکھو ہمارا اور ہم کو

ایک پل بھی نہیں تھمے ہے رونا
پٹکی پڑی ایسی چشم نم کو

میں نے جو کہا کہ 'پاس تیرے
آ بیٹھے کوئی گر ایک دم کو

اس کو نہ رولا(۲) تو ہنس کے بولا
'سمجھوں ہوں میں خوب تیرے دم کو

چل دور پرے سرک نیگوڑے(۳)
ہر دم تو نہ چھو مرے قدم کو'

اس در کی فلک تو دے گدائی
کیا پی کے کریں گے جام جم کو

بت خانے میں حیدری رہے ہم
زاہد کو کہو تو جا حرم کو

---

(۱) یہ غزل ردیف 'ہ'، میں تھی ۔ اس کو ردیف 'و'، میں شامل کیا گیا ۔

(۲) رلا (۳) نگوڑے

۵

دیکھی یاں تک مری ان آنکھوں نے اس یار کی راہ
کہ گرے لخت جگر دیدۂ خون یار کی راہ

دیکھیو مری شجاعت کو کہ بہ میدان ستم
بیٹھا تکتا ہوں میں اس قاتل خونخوار کی راہ

قتل کرتا ہے اگر مجھ کو اے جلاد فلک!
تو یہ کہتا ہوں سمجھ کر تجھے تکرار کی راہ

پیچھے تشہیر مجھے کیجیو پہلے ظالم!
نعش لے جاتا مری کوچۂ دلدار کی راہ

آج گلشن میں نہیں پھولی سماتی بلبل
حیدری تکتی ہے وہ کس گل رخسار کی راہ

(۱) گر وہ گلشن میں جو ایک بار دکھاوے جلوہ
گل کا، بلبل کو قسم ہے کہ نہ بھاوے جلوہ

---

(۱) یہ غزل ردیف 'ی' میں تھی۔ اس کو ردیف 'ہ' میں درج کیا گیا ہے۔

دیکھے جلوے کو زمین پر تیرے خورشید تو پھر
ڈھونڈے اپنا جو فلک پر تو نہ پاوے جلوہ

رنگ پان اس مسی آلودۂ لب پر ٹک دیکھ!
یوں ہے جس طرح شفق شام سے پاوے جلوہ

جلوۂ خوبیٔ گل حیدری کب ہے اتنا
جیسا اس قامت رعنا کو سوھاوئے جلوہ

(۱) محتسب کچھ تو ہے دیوانہ! کہاں ہے شیشہ
دل ہے سینے میں مرے تجھ کو گماں ہے شیشہ

آج جا کر تو ذرا دیکھ تو مے خانے میں
جام ھنستا ہے وھاں گریہ کناں ہے شیشہ

کس طرح کوچے میں اس شوخ کے دل لے جاؤں
اس طرف سنگ برستے ھیں، یہاں ہے شیشہ

حیدری کچھ مجھے میخانہ پہ موقوف نہیں
ھوں اسی جا، پہ میں دیکھوں ھوں جہاں ہے شیشہ

آج وہ دست بہ شمشیر ہے اللہ اللہ
قتل کی میرے یہ تدبیر ہے اللہ اللہ

شرم سے جس کی سما جائے زمیں میں خورشید
حسن کی اس کے وہ تصویر ہے اللہ اللہ

---

(۱) یہ غزل ردیف 'ی' میں تھی - اس کو ردیف 'ہ' میں درج کیا گیا ہے -

دولت ہر دو جہان زیر اثر ھے جس کے
کیا ھی وہ نالۂ شبگیر ھے اللہ اللہ

وسعت دیروحرم پہنچے نہ تا حشر جسے
دل کی وہ اپنی یہ تعمیر ھے !اللہ اللہ

جان‌ودل جس کو دیا ھم نے کہیں کیا، اپنے
وھی اب درپۓ تعزیر ھے اللہ اللہ

طائر دل نہ چھوٹے(۱) دام سے جس کے تاحشر
زلف وہ اس کی گرہ‌گیر ھے اللہ اللہ

بات کرنے میں کرے ھے وہ دل دھر کو رام
کیا ھی اس بت کی یہ تقریر ھے اللہ اللہ

مصحف رو پہ تیرے، کیا کہوں، یہ خط سیاہ
سورۂ نور کی تفسیر ھے اللہ اللہ

جام مے دیوے گا بھر بھر جو لب کوثر سے
حیدری اپنا تو وہ پیر ھے اللہ اللہ

---

(۱) چھٹے

ی

وہ مہر جوان میرا جب کر کے پھبن نکلے
تو مہ بھی خجالت سے بیرون گگن (۱) نکلے

اس کاکل مشکین کی بو پہنچی صبا! شاید
حیران و پریشان جو آھوے ختن نکلے

کشتوں میں تیرے ظالم! وہ سرخ رو ھو زیادہ
جو روز حشر کے تئیں پر خون کفن نکلے

مر جاؤں جفاؤں سے یوں یار کی میں لیکن
کیا ذکر جو اس منہ سے شکوے کا سخن نکلے

اے حیدری وہ کہہ دے دلچسپ غزل اس میں
ھر بیت میں اب جس کے کچھ ڈومنی، پن نکلے

قتل کرنا میرا(۲) اس واسطے بھاتا ہے اسے
جو مجھے دیکھے ہے سو دیکھنے جاتا ہے اسے

جو مجھے پاس تیرے دیکھے سے رو دیتا ہے
منہ بنا کر تو طرف میری ھنساتا ہے اسے

---

(۱) حیدری اس کو جائز سمجھتے تھے۔ اصولاً یہ صحیح نہیں۔
(۲) مرا

آہ! بیداد یہ کیا سخت ہے تیری صیاد!
جس کو چھوڑے ہے مجھے لا کے دکھاتا ہے اسے

حیدری جو نہیں کرتا تیرے احوال پہ غم
حال کیوں اپنا تو ہر بار سناتا ہے اسے

خاک کردی تیرے کوچے میں جوانی اپنی
تب بھی ظالم! نہ سنی تونے کہانی اپنی

سیر گلشن تو اسی دن سے اڑا دی ہم نے
داغ دل جب سے دیے تم نے نشانی اپنی

ٹک گلے لگ لیں تو پھر قتل کے مختار ہو تم
صدقے ہونا ہی تو ہے آرزو جانی! اپنی

دیکھ کر آئینہ وہ حیدری! کہتا ہے مجھے
سچ بتا، ہے کوئی اس دور میں ثانی اپنی (۱)

آج گر ہم سے منہ چھپاؤ گے
کل جو ڈھونڈو گے پھر نہ پاؤ گے

عرض ہے یہ تمہاری خدمت میں
اب جو جاتے ہو پھر کب آؤ گے

سنتے ہی ہم سے یوں لگے کہنے
ہم سے مت بولو مار کھاؤ گے

شوق سے اپنے چاہیں آویں گے
ورنہ یہ مونہہ (۲) کہ تم بلاؤ گے

---

(۱) ثانی اپنا ہونا چاہئے - صحیح یہی ہے - حیدری سے غلطی ہوئی ہے -
(۲) منہ

حیدری بے وفا ہے وہ جانا (۱)
نہ ملو کچھ وفا نہ پاؤ گے

روٹھ مت ہم سے اے کج رفتار! ہنس لے بول لے
ہیں خوشی کے دن یہی دو چار ہنس لے بول لے

پھر تو گردش سے فلک کی میں کہاں اور تو کہاں
خوب سا لگ کر گلے اے یار! ہنس لے بول لے

تاکہ یہ شہرا(۲) نہ ہو کہ اس سے وہ بولا نہیں
اس لئے کہتا ہوں میں 'ایک بار ہنس لے بول لے'

دیکھ کر اس سروقد کو بوستاں میں غنچہ لب
ہر چمن بولا کہ 'گل رخسار! ہنس لے بول لے'

کل کہا رو رو کے دل کو حیدری غربت سے میں
'کیوں ڈھا پڑتا ہے ٹک بیمار! ہنس لے بول لے'

اے ابر! نہ ہو تجھ سے جو دن رات تو برسے
طوفان کروں پل میں ابھی دیدۂ تر سے

اے شیخ! ترے ساتھ ہو کعبہ کو چلوں گا
جس روز کہ آوارہ ہوں میں یار کے در سے

اس کے رخ نازک کو کہیں تیز نہ کہئے
خطرہ یہی رہتا ہے مجھے اپنی نظر سے

---

(۱) جاناں۔

(۲) شہرہ۔

اس نور کے آگے تو یہ ہیں ذرے کے مانند
تشبیہ اسے کس طرح دوں شمس و قمر سے

اے حیدری کہہ دے کہ رہے دور یہ گردوں
کچھ بے طرح نکلے ہے میرے آہ جگر سے

کیا کیا کہیں جو کچھ کہ ہیں اطوار تمہارے
ہم تڑپیں اور سینے لگیں اغیار تمہارے

بے طرح تڑپتے ہیں تیرے کوچے میں ہے ہے!
مارے ہوئے آنکھوں کے سب افگار تمہارے

کیا وصف کریں چہرے کا اے سرو خراماں!
گل کھاتے ہیں گل دیکھ کے رخسار تمہارے

کوچے میں نہ رستم! کبھی اس بانکے کے جانا
ایک آن میں چھن جاویں گے ہتھیار تمہارے

کیا خوب غزل حیدری! کرتے ہو طرح تم
سب آفرین کہتے ہیں، سن اشعار تمہارے

جو دردمند رو رو کے ہر شب سحر کرے
کیونکر بھلا نہ آہ پھر اس کی اثر کرے

تیر نگہہ کے سامنے اس کے میرے سوا
دیکھیں تو کوئی سینے کو اپنے سپر کرے

دیکھے جو تیرے حسن کے گلشن میں ٹک بہار
بلبل قسم ہے گل پہ نہ ہرگز نظر کرے

محشر میں بھی اٹھے نہ تیرا کشتۂ نگاہ
قاتل! نہ اس کی خاک پہ گر تو گزر کرے

بحر غزل کو حیدری تیری اگر سنے
سودا سفینہ اپنے کو آنسو سے تر کرے

ہر چند کہ طاقت نہیں اٹھنے کی زمین سے
نالہ تو گزرتا ہے مرا عرش بریں سے

ایک بوسہ پر دل دیتا ہوں جس پر نہیں منظور
کہتا ہے 'یہ آئے ہیں خریدار کہیں سے'

اختر کرے صدقے فلک اور آپ ہو قربان
جو بوند عرق کی گرے اس ماہ جبیں سے

دل کندہ کیا میں نے ایک اس نام کی خاطر
دعوا (۱) نہیں ہرگز مجھے کچھ نقش نگیں سے

تم لاکھ صفائی سے ملو حیدری! اس سے
ملنے کو ملے گا وہی جو ملتا ہے کہیں سے

سیر گل روئے یار کی ٹھہری
زور ہی گل بہار کی ٹھہری

دور بھٹکا پھرا کیا ہم سے
اس سے کب همکنار کی ٹھہری

ہاتھ سے چھوتے ہی قدم اس کا
کیا ہی لاتوں سے مار کی ٹھہری

---

(۱) دعویٰ

ننگ ملنے سے کل تلک تو نہ تھا
آج کیا ہے جو عار کی ٹھہری

حیدری کیا ہے شکل جینے کی
گر یوھیں (۱) انتظار کی ٹھہری

جب تک نہ نقاب وہ اٹھاوے
کیا تاب سحر جو منہ دکھاوے

پروا نہ ہو شب کو پھر شمع کی
محفل میں وہ گر کسی کے جاوے

عیسےا نفس اس کو پھر کہیں سب
جو لب سے وہ لب تیرے ملاوے

گر دیکھے چمن میں تیرا جلوہ
بلبل کو قسم ہے گل نہ بھاوے

'پھر پڑھیے' کہے وہ حیدری سے
جس کو یہ غزل وہ پڑھ سناوے

آج وہ کھینچے ہے تلوار خدا خیر کرے
دیکھئے کس پہ ہو یہ وار خدا خیر کرے

جس کو سنتے ہیں جفاکار سو قسمت نے ہمیں
اس سے ڈالا ہے سروکار خدا خیر کرے

کل لیا دل میرا اس شوخ نے جس بات سے آہ!
آج پھر ہے وہی گفتار خدا خیر کرے

(۱) یوں ہی

دیکھ کر نبض میری، کہنے لگا رو کے طبیب
سخت ہے اس کو یہ آزار خدا خیر کرے

حیدری رونے میں کل تونے کیا تھا طوفان
آج پھر روتا ہے افگار، خدا خیر کرے

ناتواں تو کر گیا اے ضعف! اتنا تو مجھے
آہ پھیرے کون اس پہلو سے اس پہلو مجھے

ناتوانی اس قدر اے ضعف! مت دے تو مجھے
کون پھر پھیرے گا اس پہلو سے اس پہلو مجھے

ایک بوسے کا یہ خمیازہ ملا اے همنشین!
گالیاں دیتا ہے جب دیکھے ہے وہ بدخو مجھے

بیٹھ کر گوشے میں چلّے کتنے ہی کھینچے ہیں آہ!
پر نظر آیا نہ ہرگز وہ کماں ابرو مجھے

دل اڑا لاتا نہ پھنسنے دیتا اس کی زلف میں
کیا کروں شب کو ملا رستہ نہ واں ایک مو مجھے

جا رہا دل اس پری چہرے پر (۱) جب سے حیدری
خوش نہیں آتا ہے گر کیسا ہی ہو خوش رو مجھے

جس پر (۲) ٹک وار کرے تیغ نگہ جانی کی
تا قیامت نہ کرے پھر وہ طلب پانی کی

سامنے ہوتے ہی، یاقوت لب یار کو دیکھ
آبرو کچھ نہ رہی لعل بدخشانی کی

---

(۱) پہ (۲) پہ

کل گلستان میں تیرے(۱)حسن کی دیکھی جو بہار
گل سے بلبل نے وہیں ترک غزل خوانی کی

خانۂ دل میں تیرے بار نہ پایا افسوس!
گرچہ ایک عمر تیرے در کی میں دربانی کی

حسن کا تیرے اگر مصر میں پہنچے شہرہ
چاہ رکھے نہ کوئی پھر مہ کنعانی کی

حیدری تونے جو اس بت کو کیا جا، سجدہ
غیرت آئی نہ تجھے کچھ بھی مسلمانی کی

جب وہ شمشیر بے نیام کرے
دم میں عالم کا قتل عام کرے

دیکھ لینے میں جان مارے ہے
اس سے کیونکر کوئی کلام کرے

حشر تک پھر رہے پریشاں وہ
زلف میں اس کی جو مقام کرے

تاج شاہی سے لوں اٹھا میں ہاتھ
آج اپنا جو وہ غلام کرے

حیدری ہو گیا ہے وہ سرکش
بت کو تیرے خدا ہی رام کرے

جا کر کہا کسی نے نہ اس گلعذار سے
خستہ ہے دل مرا تیری فرقت کے خار سے

کھو دے گا آبرو کو تیری پل میں اس گھڑی
الجھے ہے ابر کس لئے اس اشکبار سے

---

(۱) ترے

شاید چمن میں دیکھا ہے کل تجھ کو جلوہ گر
بلبل کا دل بھرا ہے جو گل کی بہار سے

لالہ کی ہے ہوس نہ چمن کی ہے آرزو
جی خوش کروں ہوں اپنا دل داغ دار سے

صدقے تو اس پہ کیا کرے اس وقت حیدری
حاصل ہو مدعا تجھے گر اپنے یار سے

✡

مجھ سا تیری نگہ کا گل(۱)افگار کون ہے
کاکل کا تیری مجھ سا گرفتار کون ہے

ہوں جاں بہ لب، پہ دیکھوں تجھے، ہے یہ آرزو
ایسا بتا تو طالب دیدار کون ہے

شکوہ تیری جفا کا کریں ہم تو ہے غلط
گر بےوفا ہے تو، تو وفادار کون ہے

سن کر صدائے گریہ سربام پر میرے
بولا کہ یارو! یہ پس دیوار کون ہے

کیونکر نہ تیری دھج کے تصدق ہو حیدری
تو ہی بتا کہ تجھ سا طرحدار کون ہے

✡

کیا گنہ ہم سے ہوا اے یار! ہنستے بولتے
ہو گئے ایسے خفا ایک بار ہنستے بولتے

بات تجھ سے کیا کرے کوئی لگاوٹ کی، کہ تو
کھینچ بیٹھے ہے وہیں تلوار ہنسنے بولتے

(۱) قلمی نسخوں میں 'گل افگار' ہے۔ یہ ترکیب صحیح نہیں۔
'دل افگار' زیادہ مناسب ہے۔

کل تلک تو مجھ سے کچھ آزردگی اس کو نہ تھی
آج پر کچھ ہو گیا بیزار ہنستے بولتے

کیا کہوں احوال نافہمی کا اس کی حیدری
لڑ پڑا آخر کو وہ خونخوار ہنستے بولتے

آہ کیونکر ہو میسر ترا دیدار مجھے
دیکھنے دیتے نہیں دیدۂ خونبار مجھے

کچھ نہ ہو گا تیری تشخیص سے ہرگز اے طبیب!
دیکھ کر رو دیا عیسیٰ نے بھی بیمار مجھے

ابر در جھاڑے نہ کیونکر مرے مرقد پہ یہ چشم
اس نے بھی دیکھا ہے تا گور گوہر (۱) بار مجھے

حیدری کیجئے کس طرح عدو کا شکوہ
دوست جو تھا وہی دیتا ہے اب آزار مجھے

گبر و مسلماں ہردم ہوں میں دیر و حرم کے صدقے صدقے
صدقے ہوں میں یارو! اس کے ہو جو صنم کے صدقے صدقے

دیکھے ابرو قوس قزح اور مہ دیکھے گر مکھڑا اس کا
ہووے صفا کے وہ قربان، ہووے وہ خم کے صدقے صدقے

آدم و حوا چاند و سورج (۲) کون و مکاں اور جنّت و دوزخ
خلق کئیے ہیں کن میں جس نے اس کے کرم کے صدقے صدقے

(۱) گہر
(۲) چاند اور سورج

ہم نے جتنی اُس سے وفا کی اس نے اتنی ہم سے جفا کی
اپنی وفا کے واری واری اس کے ستم کے صدقے صدقے

قبضے میں جس کے ارض و سما ہے تاب حیات اور دست قضا ہے
حیدری کیونکر ہووے نہ اس کی لوح و قلم کے صدقے صدقے

فرقت سے تری یہ نیم جاں ہے
اے رشک مسیح! تو کہاں ہے

کیا ہووے قمر تیرے مقابل
تو مہر منور جہاں ہے

آئی نہ نظر کسی کو ہرگز
یہ تیری کمر ہے یا گماں ہے

کشتے کو اٹھائے اس کے عیسیٰ
مونہہ(۱) دیکھیو! اس میں کب تواں ہے

اس در کا گدا ہوں حیدری! میں
جس در کا مکان لامکاں ہے

آہ نے کچھ کمی نہ کی بھائی!
وہ نہ آیا تو لب پہ جان آئی

اس کی فرقت میں کیا کہوں ہیہات!
کچھ نہ پایا بغیر رسوائی

ایک مجھ سا نہ جی سکا تجھ سے
دیکھ لی بس تری مسیحائی

(۱) منہ

رہ گئی سرو بس کھڑی کی کھڑی
دیکھ تیری چمن میں رعنائی

حیدری کو نہ چھیڑیو یارو!
ہے وہ نادان زبس کہ سودائی

ہے شب تیرہ ٹک، اے شمع درخشاں! مددے
راہ گم کردہ ہوں، اے خضر بیاباں! مددے

آتش ہجر تو پہنچی ہے جگر کے نزدیک
جائے تاخیر نہیں دیدۂ گریاں! مددے

تیغ ابرو نے مجھے گو کہ سسکتا چھوڑا
تو تو ناکام نہ رکھ خنجر مژگاں! مددے

خار فرقت سے ہوا ہے یہ دل افگار، زلطف
برسر غنچۂ دل، اے گل خنداں! مددے

ناخن غم نے گریباں کا نہ چھوڑا ایک تار
بہر تعظیم جنوں، گردش داماں! مددے

دل مرا چاہ زنخدان صنم میں ڈوبا
بہر حق، اے رسن زلف پریشاں! مددے

بے ترے بزم جہاں مجھ کو ہوئی ہے تاریک
ہے کہاں بہر خدا، شمع شبستاں! مددے

تیغ حسرت نے رکھا کھیت جہاں میں مجھ کو
برسر کشتۂ غم، شاہ شہیداں! مددے

بہر حق، بہر نبی، بہر علی، بہر بتول!
بہر حسنین، ٹک، اے شاہ خراساں! مددے

از سر و چشم میں جاؤں گا بہ دشت مجنوں
ٹک کف پا پہ میرے خار مغیلاں! مددے

ہے تیرے حیدری کو لشکر اعدا گھیرے
فاتح بدر و حنین اے شہ مرداں! مددے

کیا کہیں جو کچھ سنی ہے کل زبانی آپ کی
ہم سے مت پوچھو، غرض تھی مہربانی آپ کی

سیر گلشن کی تمنّا کیا رکھیں اے گلبدن!
داغ دل کیا کم ہیں ہم کو یہ نشانی آپ کی

دوست کے دشمن ہوئے اور دوست دشمن کے ہوئے
دیکھ لی بس ہم نے صاحب! قدردانی آپ کی

درد و غم! نکلو، مرے اس خانۂ دل سے چلو!
کر چکا جتنی تھی کرنا میہمانی آپ کی

حیدری! یوں کچھ کہو پر اس پری کے سامنے
بھول جاویں گی یہ سب باتیں بنانی آپ کی

یاد تیری مجھے جو آتی ہے
آہ ہے سنگ ہے اور چھاتی ہے

موت! آجا، شتاب دیر نہ کر
فرقت یار اب ستاتی ہے

ٹک لب گور تک تو چل ہمراہ
تیرے عاشق کی لاج جاتی ہے

جی میں آتا ہے اس کے گھر جاؤں
کبھی فرقت جو گدگداتی ہے

ناتوانی وہیں بٹھاوے ہے
گر توانائی ٹک اٹھاتی ہے

دوری یار، **حیدری**! مجھ کو
کچھ عجب ڈھب کے دن دکھاتی ہے

شب امید و روز ہجر صنم
یہ رلاتا ہے، وہ ہنساتی ہے

تیری مجلس میں ہم اے یار! بیٹھیں گے اور اٹھیں گے
کٹے سر جوں شمع سو بار، بیٹھیں گے اور اٹھیں گے

ہوا گر وصل تو بہتر وگرنہ تا سحر شب سے
تیری فرقت میں جوں بیمار بیٹھیں گے اور اٹھیں گے

نہ لیں گے سایہ گردون اپنے سر پہ تا محشر
اسی کی آب تہ تلوار بیٹھیں گے اور اٹھیں گے

وہاں دریا بہا دیویں گے ہم یاقوت و گوہر کا
جہاں بادیدۂ خونبار بیٹھیں گے اور اٹھیں گے

ہمارے مے کے دینے میں، ہمیں اے گبر! مت ترسا
تیری مجلس میں ہم ہوشیار، بیٹھیں گے اور اٹھیں گے

نہ اپنا ہم قدم اس بزم میں اے **حیدری**! تاحشر رکھیں گے
یہ جس محفل میں اب اغیار بیٹھیں گے اور اٹھیں گے

تو نے دل! اچھا کیا جو اس کی یاری چھوڑ دی
ہاں میاں! سچ ہے ہوئی جو چیز بھاری چھوڑ دی

پاؤں پھیلا کر نہ سوئے ایک دن ہمسایگان
اس لئے راتوں کو ہم نے آہ و زاری چھوڑ دی

دیکھ کر بکھری ہوئی چہرے پہ اس ظالم کی زلف
ہو گیا کافر مسلمان دین‌داری چھوڑ دی

اب زمین پر زلزلہ اٹھتا نہیں مدّت سے کیوں
خفتگان، خاک نے کیا بیقراری چھوڑ دی

تجھ کو ایک پل میں دکھاتے نوح کا طوفان ہم
کیا کریں اے ابر! ہم نے اشکباری چھوڑ دی

نقش پا ہر ایک کا ہے آج تک اپنا غبار
کون کہتا ہے کہ ہم نے خاکساری چھوڑ دی

عشق میں اس بت کے ہم نے حیدری! حق کی قسم
الفت سجدہ تو کیا، زنارداری چھوڑ دی

رو گرفتہ تھا ہی وہ بے رحم، اب دلگیر ہے
کیا گلہ اس کا گر اپنی آہ بے تاثیر ہے

نوک مژگان تک پہنچ کر اشک چلنے سے رہا
طفل تو تھا ہی وہ، تس پر خار دامن گیر ہے

شمع کیا دعویٰ کرے اس چہرۂ گلگون کے ساتھ
تا سحر جس کی کمیں میں شام سے گلگیر ہے

اے سہوّس! خاک کے چھانے سے کیا پاوے گا تو
کشتۂ دل اے دوانے! بہتر از اکسیر ہے

نشتر فصاد ہر سبزہ ہوا ہے حیدری!
فصل گل میں اب کے دیوانوں کی یہ تدبیر ہے

آب ہے جو اس اشک کے در کی
تاب کب ایسی ہے مہ و خور کی

واسطے شہ کے وہ گلا کٹوائے
یہ شجاعت تو دیکھیو حر کی

جس کے میدان میں گم ہوا شہب عقل
کب وہاں پہنچے تازی و ترکی

مثل میموں کے دیکھیو صاحب!
دے ہے اعدا مرا مجھے گھرکی

لے گئے دل مرا مجھے بالا
دیکھ تجھ کان کی سنا مرکی(۱)

عشق سے میرے اس کو کیا نسبت
میں ہوں پروانہ وہ مگس کرکی

حیدری ہے مجھے خیال اس کا
نہ غرض تال کی ہے نہ سر کی

آہوں سے نیم شب کی دل سرد ہوچکا ہے
اے نالۂ سحر! اب تیرا ہی آسرا ہے

ہم روسیاہ کب کے دنیا سے مٹ چکے ہیں
پر مثل نقش خاتم ایک نام رہ گیا ہے

ایسا ہوں اے طبیبو! بیمار چشم بیمار
عیسیٰ بھی میرے سر پر سر کو پٹک رہا ہے

---

(۱) مفہوم واضح نہیں ہے۔

چہرے سے سرخ اس کے بھڑکی پھر آتش عشق
قاتل کے سر پہ یارو! کس کا یہ خون چڑھا ہے

چھاننے سے خاک کے کیا پاوے گا اے سہوس!
دل کا گداز کرنا بہتر ز کیمیا ہے

کیا خوب اس غزل کی طرح حیدری نے
تحسین و آفرین ہے شاباش و مرحبا ہے

پڑی پا میں بہ دولت چشم کے زنجیر اشکوں کی
دلا! تجھ سے نہ آخر ہوسکی تدبیر اشکوں کی

طفیل گریہ اب لخت جگر نکلے نہ اے آنکھو!
میں کہتا تھا نہیں ہے بے سبب تاخیر اشکوں کی

مصوّر نے میری یہ صورت غمگین کھینچی تو
مگر رونے لگا لکھتے ہوئے تصویر اشکوں کی

دیار حسن میں اے حیدری! اس چشم کے ہاتھوں
ملی ہم کو فراق یار میں جاگیر اشکوں کی

اشک جو گرتے ہیں میری چشم دریا بار سے
آبرو رکھتے ہیں زیادہ لولوئے شہوار سے

کیا ثمر لاوے گا وہ اور کیا کرے گا زندگی
نخل دل کٹتا ہے جس کا غم کے نت منشار سے

طوف کعبہ کا کروں گا چل کے تیرے ساتھ جب
جس گھڑی برگشتہ ہوں اے شیخ! کوئے یار سے

عشق میں اس بت کے ہیں یکساں ہمیں دیر و حرم
فرق کچھ رکھتے نہیں ہم سبحہ و زنار سے

کوئے جاناں میں اگر تو جائے اے باد نسیم!
تو یہ کہیو پاؤں پڑ کر اس میرے خونخوار سے

ہجر نے تیرے تو یاں تک اس کی حالت کی تباہ
ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اب ہر ایک تیرے بیمار سے

دیکھ کر کہتے ہیں میری نبض یوں رو رو طبیب
مر گئے فرہاد و مجنوں بھی اسی آزار سے

زندگانی ہو چکی ہمدم میری! کیونکر کہ اب
سر پٹکتا ہے لگا عیسیٰ پس دیوار سے

اس غزل کو سن کے ہوتا ہے عدو کا چاک دل
حیدری! تیرا سخن کچھ کم نہیں تلوار سے

تجھ سے اگر کسی کو خدا آشنا کرے
تو حشر تک نہ اس سے تجھے پھر جدا کرے

کھینچی ہے تیغ تونے تو قاتل لگا مجھے
اندیشہ میرے قتل کا تیری بلا کرے

جس کی زباں ہو تیرے کف پا کے وصف میں
وہ مہرو مہ کے چہرے کا اوصاف کیا کرے

کھولے ہے گر ہزاروں گلوں کی گرہ نسیم
اتنا چمن میں ذکر کوئی اس سے جا کرے

جب جانوں میں بھی تجھ کو کہ اے باد نوبہار!
میرا اگر تو غنچۂ دل آکے وا کرے

وقت ذبح کے حیدری بتلا تو جز دعا
قاتل کے حق میں عاشق ناشاد کیا کرے

روتے روتے تمام رات کٹی
ہجر کی تیرے پر نہ بات کٹی

کل خدا جانے کون ہو تجھ پاس
آج کی شب تو تیرے سات(۱) کٹی

عشق میں تیرے زندگی اپنی
آہ و نالہ کے شاملات کٹی

تیغ ابرو کے ایک اشارے سے
میں تو کیا ساری کائنات کٹی

حیدری! دیکھ اس کے شیریں لب
ہے خجل قند اور نبات کٹی

ہوں حاضر سر بکف اٹھتی نہیں شمشیر کس کی ہے
تو ہی بتلا کہ میرے قتل میں تقصیر کس کی ہے

نہ پہنچا کوئی قاتل ہی نہ اس کی زلف کو پایا
پریشان اس قدر مجھ سے بھلا تقدیر کس کی ہے

عزیزو! کچھ تمہیں بولو دیار حسن خوباں میں
بھلا رنج و تعب کی مجھ سوا جاگیر کس کی ہے

فلک کے پار ہو جاویں جو نکلیں سینہ و لب سے
سوائے آہ و نالہ سے کبھو تاثیر کس کی ہے

---

(۱) ساتھ۔

گریبان سحر کو چاک دیکھا مہر طلعت سے
خدا جانے کہ شب سے موت دامنگیر کس کی ہے

نہ لاوے فرق ایک موبھر نہ اس کو پڑھ سکے کوئی
ہر ایک کے ہے لکھی ماتھے پہ یہ تحریر کس کی ہے

کرے اس کو مہربان باتوں ہین (۱) میں ڈھب پہ لے آوے
قسم ہے حیدری یہ تجھ سوا تقریر کس کی ہے

جاتے ہیں گرد چھوڑکے جوں کارواں چلے
تنہا یہ ہم کو چھوڑ کہاں ہمرہاں چلے

لب پر فغان و دیدۂ تر آہ کیا کہوں
دنیا سے جس طرح تیرے آشفتگان چلے

آئے تھے اس لئے کہ ہنسیں گے جہاں میں خوب
دار فنا میں آتے ہی گریہ کناں چلے

گالی جو ہم کو دوگے تو چھوڑیں گے ہم بھی ہاتھ
پیارے! کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے

اس شہسوار کا کروں کیا وصف حیدری!
جبریل جس کے آگے اٹھا کر نشان چلے

کھینچی ہے تیغ تونے تو قاتل لگا مجھے
جام شہادت اپنے ہی ہاتھوں پلا مجھے

اس سے ملوں نہ واہ نصحیت تو دیکھیو!
ناصح! بس اب خدا کے لئے مت بکا مجھے

---

(۱) ہی

قاتل کے دل سے ہائے نہ نکلی کچھ آرزو
تھا قتل جس امید پر اس نے کیا مجھے

جانا تھا بعد قتل کے تڑپے گا خوب یہ
شرمندہ تو تو ضعف نے یوں بھی کیا مجھے

پہنچادے کربلائے معلّے میں حیدری!
رہتی ہے آرزو یہی اے کبریا! مجھے

برق ہے ایک شرر آہ جگر کا اپنے
ابر رومال ہے اس دیدۂ تر کا اپنے

لولوئے اشک پہ کل اس کو کروں گا صدقے
اے صدف! مول تو کر آج گہر کا اپنے

رات دن سینۂ گردون میں کرے ہے روزن
نیزۂ آہ تو ہر شام و سحر کا اپنے

تار باقی نہ رہے کوئی گریبان میں مرے
کام دکھلائیں یہ ناخن جو ہنر کا اپنے

چرخ! کج فہمی نہ کر اس کے رخ صاف کے ساتھ
دے ہے تشبیہ تو مونہہ(۱) دیکھ قمر کا اپنے

دار فانی میں بھلا رہ کے کبھو کیا کیجے
حیدری یاں نہ رہا کوئی عصر کا اپنے

مجھ کو رہتا ہے یہی اب تو خطر آنکھوں سے
کہیں رو کے یہ بہادیں نہ جگر آنکھوں سے

(۱) منہ

آتش ہجر سے جس کا کہ جلا ہو سینہ
کیا عجب ہے جو گریں اس کی شرر آنکھوں سے

چشم حسرت کو اٹھا دونوں جہان سے پہلے
حیدری! دیکھا ہے اس کو اگر آنکھوں سے

—✡—

غم پیری نہ خوشی یہ کہ جوانی آوے
آرزو ہے یہی یارب کہ وہ جانی آوے

قاصد و رقعہ و خط ہم نے رکھے ایک طرف
پھر تسکین کچھ اب اس کی زبانی آوے

شکل کیا تاب جو اس شوخ کی کھینچے بہزاد
نہ لکھے نقش قدم اس کا جو مانی آوے

جب میں جانوں کہ ہوا سینہ میں دل چور کہ نت
چشم سے لخت جگر پھر نشانی آوے

ہم نشیں! تم کو یہ آگے ہی کہے رکھتا ہوں
جو نہ اس بات سے کچھ تم کو گرانی آوے

درد و غم میرا ہی اس شوخ سے کہیو، جو کہیں
اس کی محفل میں اگر ذکر کہانی آوے

کیا ہی سرسبز سخن حیدری ہووے جو کہیں
یار گر اس گھڑی باجوڑۂ دھانی آوے

—✡—

(۱) شعلہ رو! جب سے یہ دل تجھ سے لگایا ہم نے
تب سے جز جلنے کے آرام نہ پایا ہم نے

(۱) یہ غزل م کی ردیف میں تھی۔ اس کو ردیف ی میں شامل کیا گیا۔

پھر نہ کی ان نے کبھی لالہ و گلشن کی ہوس
داغ دل جس کو تیرے غم کا دکھایا ہم نے

رام ہوتا نہیں وہ بت نہ ہے بر میں آتا
کیا گنہ ایسا کیا اس کا خدایا ہم نے

حیدری! کب کسی عاشق پہ یہ گزرا ہوگا
حادثہ اس کے الم کا جو اٹھایا ہم نے

مخمس

یارب! جب اپنا صحن چمن میں گذار ہو
اور اپنا اپنے ساتھ وہ رشک بہار ہو
پھولے ہوں گل کہیں اور کہیں لالہ زار ہو
جز مے کشی کے ہم کو نہ کچھ اور کار ہو
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

پہنے ہو میرا یار قبا بر میں بوٹے دار
اور ہوں گلے میں اس کے پڑے سیوتی کے ہار
سر پر سجا ہو پھینٹا کوئی اس کے لالہ وار
اور وہ گلے سے میرے لپٹ جاوے ایک بار
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

یارب! کہے ہے تجھ سے یہ ہر روز دل حزین
دے ایک مکان تو ایسا جو وہ ہووے رشک چین
میں ہوں وہاں اور ہو وہ میرے ساتھ نازنین
ساقی ہو، مے ہو، مینا ہو، مطرب ہو مہ جبین
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

دلچسپ کئی باغ ہو سبزہ ہو لہلہا
نہریں ہوں بہتیں اس میں اور ہو گل سے وہ بھرا
امڈا ہو ابر، چاروں طرف ٹھنڈی ہو ہوا
صحن چمن میں سیر کریں ہم اور دلربا
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

اودھر سے برق کڑکے ایدھر بلبلوں کا غل
اودھر بہار ابر کی ایدھر بہار گل
نہریں اودھر بہیں اور ایدھر یارو جام و مل
آگے بجاتے ہوویں پھر اہل طرب دھل
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

بلبل ہر ایک گل کے وہاں لگتی ہو گلے
اور قمریاں بھی بیٹھیاں ہوں سرو کے تلے
نہروں کے گرد پھرتے ہوں بگلے اور قرقرے
جا بیٹھیں ہم اور یار بھی ایک سایہ تاک کے
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

تختے کہیں گلاب کے پھولے ہوں جابجا
اور لہلہاتے ہوں کہیں بیلا اور موتیا
خوشبو کی جھولیوں کو اوڑاتی پھرے صبا
لپٹا ہو یار سینے سے ہو کچھ نہ دغدغا
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

دن کو تو وہ بہار ہو شب کو یہ ہو مزا
نکھرا ہو مہ اور چاندنی چھٹکی ہو جابجا
بالائے بام باغ کے ہو ایک پلنگ بچھا
میں ہوں اور مے ہو یار ہو چھاتی میرے لگا
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

ہوتی ہو زیر باغ کے صحرا میں سائیں سائیں
گلشن میں بلبلیں کچھ ایک اپنا غل مچائیں
کچھ اپنی وہ کہے اسے کچھ اپنی ہم سنائیں
وہ ہم کو مے پلائے اسے ہم بھی مے پلائیں
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

بد مست وہ شراب میں اودھر ہو لوٹ پوٹ
ایدھر میں اپنے گھات کی کر بیٹھوں اس پہ چوٹ
جاویں لپٹ کے دونوں پھر ہم اس پلنگ پہ لوٹ
اس دم کوئی اٹھانے کی آکر کرے نہ کھوٹ
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

لیٹا ہو میری گود میں وہ ماہ بے حجاب
پیتا ہوں مین گلے سے لگائے اسے شراب
ہو جاوے مہ بھی رشک سے جل کرکے واں کباب
ہوئے نہ دل کو میرے کسی شے کا اضطراب
جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

زلفوں میں اس طرح سے نظر آئے روئے یار
مہتاب دے ہے ابر میں جس طرح سے بہار

جی میں ہو کچھ سرور کچھ آنکھوں میں ہو خمار
پڑھتے ہوں حیدری بھی غزل اپنی بار بار

جب دیکھیے بہار کہ کیسی بہار ہو

قطعات

مصطفےٰ کے بعد شاہا! کون ہے تیرے سوا
جو رکھے اپنا قدم بر مسند پیغمبری

پھر خاتون قیامت دست گیری کیجئیو
تیری خدمت میں یہی ہے التماس حیدری

سنو حیدری گوش دل سے یہ بات
اگر بحر معنی سے لینا ہے در

تو یہ ہے مثل مشتہر میری جان
مربّی بیار و مربا بخور

یہی پیغام اے صبا! جا کر
اس تغافل شعار سے کہہ دے

جان بہ لب ہوں میں تیری فرقت میں
تو ہی میری طرف سے غافل ہے

تعریف بنارس

بنارس شہر ہے آباد و خوشتر
چراغ دودمان ہفت کشور

شدہ سیّارہ ہر جا ماہ روئے
تو گوئی خانہ! باشد مہ بکوئے

بود آدم صفت آدم بنارس
بود ہر سنگ کاشی سنگ پارس

جیدھر دیکھو اودھر ہے جبہہ سائی
یہاں کے بت ہیں سب کرتے خدائی

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمین است

کہوں بازار کا کیا اس کے عالم
قلم جو کچھ لکھے سو اس سے ہے کم

رکھا میں مختصر اب اس کو یاں سے
بیاں ٹک گھاٹ کا سن لو زباں سے

لگا رسّی سے بونا تک ہر ایک واں
نہ دیکھا کم کوئی از ماہ رویاں

چنانچہ گھاٹ ہے ایک من کرن کا
بیاں اس کا کروں میں تم سے کیا کیا

نشان حسن واں ہر ایک نے گاڑا
ہوا وہ گھاٹ اندر کا اکھاڑا

لگا کر جم سیتی تا بینی مادھو
پری بنتا ہے واں ہر ایک نہا دھو

نہ بیچ گنگا میں یاں گر کوئی نہاوے
تو وہ بیکنٹھ واں کس طرح پاوے

کوئی کھینچے ہے قشقہ نازنیں واں
کوئی دیتا ہے ٹیکا مہ جبیں واں

کوئی گنگا میں جا، غوطہ لگاوے
کوئی سیڑھی ہی پر دھوتی سکھاوے

برھمن بچے واں ہر سو پھریں ہیں
ہر ایک کو رام وہ اپنا کریں ہیں

وہ بت گر بچیاں ہیں رشک بستاں
برنگ لالہ و سرو گلستاں

چنگیریں ہاتھ میں لے کر پھریں ہیں
پرستش گھاٹ کی ہر ہر کریں ہیں

مغرق تاش کی پہنے ہیں ساری
اور اس پر ہے ٹکی دوھری کناری

کبھ ان کے پانؤں میں دو دو کڑے ہیں
کہے تو حسن کے وہ پیکڑے ہیں

نہ رتبہ کس طرح وہ شہر پاوے
کہ شیو ترسول پر جس کو بساوے

بلند اس کی عمارت اس قدر ہے
کہ دھولاگیر جس کی یہ کمر ہے

کلاں وہ حیدری ایسا مکاں ہے
کہ جس کا کوچۂ خورد اصفہاں ہے

در تعریف سراپائے جاناں

ذرا ساقیا! جام مے جلد دے
بیان حسن کا نظم میں دیکھ لے

پلا دے مجھے کوئی ایسی شراب
کہ مستی میں اس مہ کا الٹوں نقاب

وہ مکھڑا پڑے صاف آئینہ وار
کروں مہر و ماہ اس کے منہ پر نثار

وہ زلف اس کے چہرے پہ بکھری ہے یوں
کہ ابر سیاہ مہ کے ہو گرد جوں

لب لعل نازک وہ شیریں دھن
کہ ایک بات پر جان دے کوہکن

چمک مسی کے ساتھ دانتوں کی یوں
کہ ہو ابر میں برق کی تڑپ جوں

وہ بینی کہ جس کا بیاں کچھ نہیں
سوا قدرت حق عیاں کچھ نہیں

کہوں اس کے ابرو کو میں کیوں نہ تیغ
کہ کرتے نہیں قتل میں کچھ دریغ

وہ کنگھی کھنچی یوں صفائی کے سات
کہ ہو رشک سے جس کے دو ٹکڑے رات

وہ موتی جو تھے مانگ کے یوں عیاں
شب تیرہ میں جس طرح کہکشاں

وہ چوٹی جو اس کی گوندھی گر کھلے
تو دنیا میں پھر حشر تک شب رہے

موباف زری اس میں یوں تھا گندھا
کہ جس پر رہے مار کا من لگا

صراحی سی گردن بلوری وہ رنگ
کہ شیشہ جسے دیکھ ہو جائے دنگ

وہ ہاتھ اس کے اپنے جو آ جائیں ہات
کہے تو کہ پھر ہیں وہ گردن کے سات

وہ رنگت طلائی تن نازنین
کہ سونے سوا کام اور کچھ نہیں

وہ پستان نہیں، ہیں وہ جوبن کا گنج
جو دیکھے انہیں پھر نہ دیکھے تورنج(۱)

صفائی شکم کی زباں کیا کرے
کہ آئینہ منہ اس سے دیکھا کرے

وہ ناف اس پہ تھی اس طرح آشکار
کہ ترکش کو اس پر سے کیجئے نثار

---

(۱) ترنج

حیا دانتوں میں اپنی انگلی کو داب
یوں دے ہے مجھے سامنے سے جواب

سخن کی زیادہ تو خواهش نہ کر
تن نازنیں پر بھی رکھ ٹک نظر

در حسن کی کچھ ابھی کر نہ بات
کواڑ اس کے آخر کھولیں(۱) تیرے هات

مقفل اسے رهنے دے میری جان
یہاں سے تو کچھ ساق کا کر بیان

وہ ساق اس کی جس سے شمع رشک کھائے
اور پروانہ بھی اس پہ جی کو گنوائے

کہوں اس کی کیا پا نگاریں کا حال
کہ عاشق کا دل واں رهے پائمال

اگر هر بن مو هو میری زبان
سراپا نہ هو اس کا تو بھی بیان

---

(۱) کھلیں

اشتیاق نامہ

اے صبا! بہر حضرت غفار
کرتو اس جا سے اس چمن میں گزار

ہے جہاں یعنی وہ گل خوبی
جس سے آتی ہے بوئے محبوبی

گر کے قدموں پر اس کے یک باری
اور یوں کہیو بہ نالۂ و زاری

یاد آتا ہے جب تو اے مشفق!
ناخن غم کرے ہے سینہ شق،

بعد از بندگی و تسلیمات
پھر یہ کہیو صبا! تو اس سے بات

یعنی ہے جو وہ دیدۂ پرنم
کچھ عجب اس کا ہوگیا عالم

روز گزرے ہے آہ و زاری سے
شب گزرتی ہے بیقراری سے

بر سر راہ نت رہے ہے وہ
اور ہر ایک سے یہ کہے ہے وہ

دن یہ کیسا فلک نے دکھلایا
شب فرقت کو درمیان لایا

زندگی کس طرح کروں گا میں
اس کی فرقت سے کب جیوں گا میں

موت بہتر ہے اب جو آجاوے
داغ فرقت تو دل سے اٹھ جاوے

سیر دریا سے دل نہیں شاداں
موج فرقت بھی دل پہ ہے طوفاں

لہر مجھ کو تیری جب آتی ہے
بحر فرقت عجب دکھاتی ہے

غرق ہوتا ہوں بحر غم میں جب
رو رو کہتا ہوں حق سے میں یہ تب

بحر فرقت سے اے میرے غفار!
کشتی وصل میری کردے پار

کشتی غم جہاں لگاتا ہوں
بحر آنسو وہاں بہاتا ہوں

شب فرقت وہاں جب آتی ہے
روز محشر وہ تب دکھاتی ہے

دن کو ملاح لے کے جب کشتی
راہ لیتے ہیں اپنی منزل کی

اس گھڑی کا میں کیا کروں اظہار
جو گزرتی ہے مجھ پر اے دلدار!

(۱) کو اجان ان کے ساتھ آتا ہوں
دل تو پھائے ہی چھوڑے جاتا ہوں

گن سے کشتی وہ کب چلاتے ہیں
مجھ کو رسے سے کھینچے جاتے ہیں

ڈوبتا ہوں نہ پار ہوتا ہوں
میں یہی سونچ روتا ہوں

---

(۱) الفاظ غیر معروف ہیں ۔

ناؤ میں ہوں کہ بحر غم میں ہوں
کیا کہوں میں عجب الم میں ہوں

تیری تقصیر کیا کوئی بتلائے
اپنے ہی گن یہ اپنے آگے آئے

بحر فرقت نے اب کیا ہے جوش
کشتی وصل سے ہے ہم آغوش

باد دوری ہوئی ہے طوفانی
بحر فرقت نے کی ہے طغیانی

ابر غم دل پہ گھر گھر آتا ہے
نالۂ رعد غل مچاتا ہے

چھائی اس غم ستی بھر آئی ہے
چشم نے ایک جھڑی لگائی ہے

موج و طوفاں چشم پرنم ہے
بحر دریا ہے کشتئی غم ہے

ناخدا! تیری ہی دوھائی ہے
تیرے ہی تک میری رسائی ہے

تیرے ہی تھامے سے تھمے ہے یہ
ورنہ بیڑا میرا بہے ہے یہ

آسرا اس کا اب خدا ہی ہے
کشتئی دل ہے اور تباہی ہے

کشتئی دل میری کا کھیون ہا
کون ہے جز تیرے تو ہی بتلا

لنگر وصل سے سن اے دلدار!
اس سفینے کو تھام لے ایک بار

کیا کروں تجھ سے اس سفر کا بیان
کہیں پانی کہیں ہے ریگستان

ہے بلندی کہیں کہیں پستی
کہیں جنگل ہے اور کہیں بستی

کہیں نالہ ہے اور کہیں دریا
کہیں چھچھلا ہے اور کہیں گہرا

کوہ غم نے کیا ہے دل پر بار
کشتی دل ہے بحر و بر سے دوچار

دشت حسرت ہے راہ میں حائل
خار ہجراں کرے ہے دل گھائل

شیر و اژدر کا غم نہیں مجھ کو
بحر و بر کا الم نہیں مجھ کو

دل میں کرتی ہے ناتوانی زور
حد سے گزرا ہے خاموشی کا شور

تاب فرقت ہے اب نہیں مجھ کو
مجھ کو دکھلائے حق کہیں تجھ کو

عشق میں تیرے کیا کہوں، تجھ سے
دل نے میرے جو کچھ کیا مجھ سے

شب کو رکھتا ہے بیقرار مجھے
دن کو رکھتا ہے اشکبار مجھے

تیرے ہی ڈھنگ اس نے سیکھے ہیں
چلن اس کے وبال جی کے ہیں

سب سے اس نے کیا ہے دور مجھے
تیرے ہی رکھے ہے حضور مجھے

یاد سب کی مجھے بھلاتا ہے
دھیان مین تیرے ہی لگاتا ہے

دل کو کیا جانے کیا کیا میرے
جان دیتا ہے نام پر تیرے

بات کہنے سے روٹھ جاتا ہے
بھاگ جانے پہ یہ ڈراتا ہے

مثل سیماب بیقرار ہے یہ
تجھ سے سیمیں بدن کا یار ہے یہ

کبھی ہوتا ہے مہربان مجھ پر
کبھی ہوتا ہے بدگماں مجھ پر

سینکڑوں آفتیں اٹھاتا ہے
تجھ کو جی سے نہیں بھولاتا(۱) ہے

جب میں کہتا ہون کچھ برا تجھ کو
تب یہ کہتا ہے اس طرح مجھ کو

پیچھے پیچھے برا بھلا اس کو
روبرو میرے مت کہو دیکھو

پہروں کے پہروں پھر یہ روتا ہے
هار میرے گلے کا ہوتا ہے

دل یہ میرا ہے یا کہ دشمن ہے
اس کو ہر آن مجھ سے ان بن ہے

ایک دم بھی نہیں رہے ہے یہاں
اس کو کیا جانے کیا ملے ہے وہاں

میرے سینے کو ایک جانے ہے
تیرے کوچے کی خاک چھانے ہے

---

(۱) بھلاتا

تو نے کیا جانے کیا دیا اس کو
اپنا کس طرح سے کیا اس کو

یہ تو سنتا ہی کچھ نہیں میری
بات مانے ہے کس طرح تیری

مجھ کو یہ رحم دل پر آتا ہے
ہاتھ سے مفت میرے جاتا ہے

ہے یہی آرزوئے دل میری
شکل دکھلائے پھر خدا تیری

سن کے پیغام یہ صبا مجھ سے
رو رو کر اس نے یوں کہا مجھ سے

حیدری! بس کر اب برائے خدا
صفحۂ غم سے لے قلم کو اٹھا

قصائد بطور غزل

گلکرست صاحب وہ ہے عادل زمان
خوشہ چیں ہو جس کا اب نوشیروان

کیوں نہ وہ حاکم ہو ہفت اقلیم کا
چاکری کرتا ہے جس کی آسمان

خامہ ہو جاوے وہیں زرین رقم
گر لکھوں اس کی سخاوت کا بیان

زیردست اس کے ہو انبار طلا
گر ہو ایک ذرہ کسی پر مہربان

کھل گئے اس کی نسیم خلق سے
غنچۂ امید دلہائے جہان

اک نگاہ لطف اس کی حیدری!
تجھ کو مستغنا (۱) کرے گی بےگمان

---

(۱) مستغنی

در مدح نواب علی ابراهیم خان بہادر

کرے ہے جب سے عدالت علی ابراہیم
ہوا ہے شہر بنارس مثال باغ نعیم

کروں میں اس کی سخاوت کا کیا بیان رقم
دوشالے ان کو دیئے، تھے نہ جن کے پاس گلیم

شگفتہ ہو نہ کوئی گل جوں غنچۂ تصویر
سحر کو فیض کی اس کے اگر چلے نہ نسیم

کرم ہے اس کا یوں روشن تمام عالم میں
کہ مہر و ماہ کے کانسے (۱) میں دے، ہے یہ زر و سیم

عدو کے سر پہ جو شمشیر وہ رکھے ایک بار
اگر پہاڑ ہو ایک دم میں وہ ہو جائے دو نیم

بہ روز جنگ تیری دیکھ صولت شمشیر
غنم ہو جاوے تیرے آکے گر ہو شیر غنیم

کسی پہ گزرے کہیں زور کا تبرے جو خیال
تو مور کی طرح مل ڈالے گر ہو پیل جسیم

تر اپنے وقت کا نواب خان خانان ہے
یہ چاہتا ہوں خدا سے کہ میں تیرا ہوں فہیم

میں ہوں وہ شاعر خوش فکر حیدری تیرا
کہ جس کے سامنے لکنت کرے زبان کلیم

---

(۱) کاسے

ایضاً

کیا وصف میں کروں تری نواب مستطاب
شاعر جہان کے سیکڑوں ہیں جس سے کامیاب

یہاں(۱) تک رواق شعر قلمرو میں ہے تیرے
مکتب کے طفل دیتے ہیں صائب کا اب جواب

لاوے جو کوئی در پہ تیرے کہہ کے ایک غزل
اس کو بھی کچھ صلا ملے جس کا نہیں حساب

تیری شمیم، لطف کی دریا پہ گر چلے
پانی ہو اُس کے فیض تعطر سے جوں گلاب

جور و ستم فلک کے کہاں تک بیان کروں
گردش میں مجھ کو رکھے ہے یہ خانۂ خراب

جب تک ہیں مہر و ماہ، رہے تو بھی جلوہ گر
یا رب! یہی دعا تو میری کیجیو مستجاب

ہے تو خلیل، کعبۂ دل تجھ سے سرفراز
ہے مہر اور صفا تیرے گھر کا ہر ایک باب

کرنا نہ حشر کا کبھی، اندیشہ حیدری!
رکھتا ہے گر تو ہاتھ میں دامان بوتراب

---

(۱) یاں

وہ ہے نواب عالی جاہ دوران
جہان پرور نصیر الدین علی خان(۱)

جہان ایک مہر سے روشن ہے اس کے
زمانے کا وہی ہے ماہ تابان

نہیں ایسا امیروں میں کوئی اب
سخن فہم و سخن سنج وسخن دان

سکندر جس کے طالع کی قسم کھائے
بجا ہے اس کا گردارا ہو دربان

مضاعف معہ کرے تعریف اس کی
مراد اس کی بھی ہو حاصل دوچندان

لکھے کیا حیدری اب مدح اس کی
ہوں سب اہل قلم جس کے ثنا خوان

---

(۱) قلمی نسخوں میں اس قطعے پر کوئی عنوان درج نہیں ہے۔ یہ نصیر الدین علی خان کی مدح میں ہے۔ اس لئے یہی اس کا عنوان ہونا چاہئے۔ نصیر الدین علی خاں کے حالات کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

در مدح عبدالرشید خان

ہم نے جو صاحب سخا دیکھے
در کے تیرے وہ سب گدا دیکھے

کون ھے جز تیرے زمانے میں
جو کسی کا کوئی بھلا دیکھے

عدل اھل ستم کو باندھے تیرا
گر کہیں جور کو کھلا دیکھے

ھوئے تن سے جدا عدو کا سر
تیغ اودھر جو تو اٹھا دیکھے

تیرے بے حکم شمع محفل میں
ایک پروانے کو جلا دیکھے

شب سے تا صبح پھروے سر اپنا
ھر گھڑی تن ستی جدا دیکھے

ٹھہرے مسکین بے پر اس جا گہ
جس جگہ کچھ بھی آسرا دیکھے

مجھ کو دارالشفا ھے در تیرا
میں بہت درد بے دوا دیکھے

حیدری دل سے اس کا ھے مداح
یا حضور اس کو یا قفا دیکھے

یعنی عبدالرشید خان صاحب
مخزن فیض و ہم سخا دیکھے

اب زمانے میں میں نے کی جو نگاہ
اہل معنی ہے شیخ شکر اللہ(۱)

ہے سخاوت میں حاتم ثانی
اور شجاعت پر اس کی ہے یہ گواہ

روبرو اس کے ہو اگر رستم
ایک حملے میں لے عدم کی وہ راہ

علم اتنا ہے ذات میں اس کی
کوہ ہے جس کے سامنے پرکاہ

کچھ خوشامد سے نہیں کہی یہ مدح
کہ وہ دیوے صلا صد و پنجاہ

بلکہ اس ذرۂ حقیر پہ نت
مہر رکھا کرے وہ خاطر خواہ

اس کی کب تجھ سے ہوسکے گی ثنا
حیدری! بس کر اب سخن کوتاہ

---

(۱) اس قطعے پر بھی کوئی عنوان نہیں ہے۔ یہ شیخ شکر اللہ کی مدح میں ہے۔ ان کے حالات کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔ صرف اتنا معاوم ہوتا ہے کہ وہ علم و ادب کا ذوق رکھتے تھے ۔ غالباً یہ وہی شکراللہ ہیں جن کے لئے میر تقی میر کا دایون اول صرف اٹھارہ دن میں نقل کیا گیا تھا ۔ یہ قلمی نسخہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد دکن کے کتب خانے میں ہے (خواجہ احمد فاروقی۔ میر تقی میر صفحہ ٦٩٥)

کون ہے وہ جس سے خلقت شاد صبح و شام ہے
ہاتف غیبی یہ بولا لالہ موتی رام ہے(۱)

دست شفقت کا رکھے ہے جس کے وہ بالائے سر
جان لے بہتر اسی کا سب سے نیک انجام ہے

قید ہیں شفقت میں اس کے جتنے ہیں دنیا میں دل
الفت اس کی جال کہیے اور محبت دام ہے

یا الٰہی حشر تک اس کا رہے اقبال و جاہ
حیدری اپنی دعا اب یہ ہی صبح و شام ہے

آہ میں کیا کہوں اے اہل عزا سنتے ہو
کیوں نہ اس غم سے میرے دیدۂ تر بھر آویں

جام گل شب کو بھرے چرخ مۓ شبنم سے
اور گل باغ نبی دھوپ میں کمھلا جاویں

آرزوئے حیدری اے شاہ دیں اب ہے یہی
مرثیہ گویوں میں اس کا نام بھی مشہور ہو

---

(۱) اس قطعے پر بھی کوئی عنوان نہیں ہے۔ یہ لالہ موتی رام کی مدح میں ہے۔ ان کے حالات بھی کہیں نہیں ملے۔

ضمیمہ(۱)—۱

قاتل نے میرے اپنا مسکن جہاں بنایا
اک مقتل شہیداں پہلے وہاں بنایا

سیلابیٔ خرابی اس سر زمیں کو پہنچی
ملجائے بہر مسکن میں نے جہاں بنایا

ڈھا نہ جس کو جا کر گردش نے آسماں کی
ایسا مکان ایمن میں نے کہاں بنایا

اے عندلیب بیکس! روتی پھرے گی آخر
صحن چمن میں تو نے کیوں آشیاں بنایا

پاس تقدس شیخ اے حیدری! ز بس تھا
شب میکدے میں اس کو پیر مغاں بنایا

---

(۱) یہ غزلیں قلمی نسخوں میں ردیف الف، ر اور ن کے تحت درج نہیں تھیں۔ ان کو مختلف مقامات سے نکال کر یہاں درج کیا گیا ہے۔

وہ دل یوں ہائے! کر بیٹھا ہے سطح خاک پر بستر
کیا تھا جن نے کل اس دیدۂ نمناک پر بستر

گلے شاید کسی وہ گلبدن کے تئیں لگاوے گی
کرے ہے آج گلشن میں صبا اس تاک پر بستر

میں اس کو مسند گل سے سوا سمجھوں جواب میرا
بچھے اس کی گلی کے گر خس و خاشاک پر بستر

میں اس درگاہ عالی کے پڑا ہوں حیدری! در پر
بچھے جس کے غلاموں کے لئے افلاک پر بستر

میں دل میں اپنے ڈھونڈوں ہوں وہ یار ہے میرا اور کہیں
قاتل بھی وہ میرا ہائے! نہیں دلدار بنا ہے اور کہیں

ان باتوں سے ہم تاڑ گئے جو کہتے ہو کل آوین گے
موجب ہے یہی گھبرانے کا اب عزم کیا ہے اور کہیں

کچھ اس میں نہ تھا تو قاصد کو کیوں میرے جواب صاف دیا
معلوم ہوا اس آتش سے خط اس نے لکھا ہے اور کہیں

کیونکر نہ کراہے دل میرا اور کیونکر نہ گریں اشک آنکھوں سے
افسوس میں جس پر مرتا ہوں عاشق وہ ہوا ہے اور کہیں

انکار کرو ہو ملنے کا تم ہم سے اب جو ملنے کا
اس بات سے ہے اثبات یہی اقرار کیا ہے اور کہیں

یہ ایسی انشا پردازی ناحق کا مغز پھرانا ہے
تقریر سے تیری جان گئی مضمون بندھا ہے اور کہیں

کل دیکھ کے ہم کو محفل میں وہ کہنے لگا یوں صدرنشیں
یہ ہم نے سنا ہے کیوں صاحب! دل تم نے دیا ہے اور کہیں

کب تیری نصیحت اے ناصح! اب ذہن میں اپنے آتی ہے
خاطر سے تیری سنتے ہیں پر دھیان لگا ہے اور کہیں

کیا خوب غزل یہ طرح ہوئی اے حیدری! تجھ سے برجستہ
اس بحر میں یوں یوں تو ہر ایک سے مضمون گتھا ہے اور کہیں

ضمیمہ (۱) - ۲

سو سو سرخ پہن کپڑے وہ وہ جو گھر میں آیا
چہ چہ چادر شفق میں خو خو خور نے منہ چھپایا

کہ کہ کل جو بوستان میں تو تو تم گئے پیارے
نہ نہ گل سے بولی بلبل نہ نہ گل نے سر آٹھایا

شہہ شہہ شمع رشک کھا کے جہ جہ جل گئی ستمگر
تہ تہ تیرا دیکھ مکھڑا مہ مہ مہ نے داغ کھایا

جو جو جاؤ گے یہاں سے تو تو پھر مجھے پیارے
نہ نہ پاؤ گے کبھی تم یہ یہ میں نے کہہ سنایا

سو سو سن کے میری باتیں غو غو غصہ ھو کے بولا
یہ یہ کی نہیں محبت سہ سہ سر تجھے چڑھایا

بہ بہ بول بس نہ اتنا چو چو چونچ اپنی کر بند
بہ بہ بے سبب ھمارا مہ مہ مغز کیوں پھرایا

---

(۱) یہ غزلیں قلمی نسخوں میں نہیں ھیں - لیکن حیدری کے رفیق کار بینی نارائن جہان نے ان کو اپنے تذکرے 'دیوان جہاں' میں درج کیا ھے - اس لئے ان غزلوں کو ضمیمے کے طور پر شامل کرنا مناسب خیال کیا گیا -

شہشہ شکوہ کس کا کیجئے دودو دوس کس کو دیجئے
طہطہ طالع میں جو اپنے تہتھ تھا لکھا سو پایا

کہ کہ کی بہت سی اپنی پہپہ وہ ہوا نہ اپنا
جہجہ جاؤں اب کدھر میں کہ کہ کیا کروں خدایا

پوپو پوچھوں ہوں میں تم سے دودو دشمنوں سے ہنس کر
حہ حہ حیدری کو اپنے توتو تم نے کیوں رلایا

لعل و یاقوت ہیں کب لخت جگر سے بہتر
در کا منہ دیکھو جو ہو گوہر ترے بہتر

زلف و رخ کی نہ کریں یاد تمہارے کیونکر
لطف ہے اس میں ہر اک شام و سحر سے بہتر

تیغ ابروئے صنم سینۂ پر داغ مرا
ہیں یہ دو قبضۂ شمشیر و سپر سے بہتر

فکر ہے کیا کروں اس بت کی کف پا پہ نثار
چیز رکھتا نہیں کچھ اور میں سر سے بہتر

بہہ چلے کس لئے وہ داغ جگر پر کیون کھائے
عارض اس کے نہ ہوں گر شمس و قمر سے بہتر

لخت دل گھٹنے دے ٹک نوک مژہ سے کہ تجھے
سیر دکھلائیں صنم شاخ و ثمر سے بہتر

حیدری! کون یہ کہتا ہے بہ گلزار جہان
شاخ گل میں ہے لچک اس کی کمر سے بہتر

جلوہ گر دیکھے اگر تیرا سنہرا تعویذ
کرے خورشید! اسے اپنے گلے کا تعویذ

کوند بجلی کی کہاں ابر سیہ میں ایسی
چمکے جس طرح ہے بادلوں میں تمہارا تعویذ

گہنے طرح کے ایک ڈورے پہ صدقے اس کے
چشم بددور ہے کیا بازو یہ زیبا تعویذ

جگنو وہ جس پہ نہ ٹھہرے کبھی سورج کی نظر
تس پہ اک اور گلے میں یہ چمکتا تعویذ

بندے بالے وہ غضب حلقۂ بینی یہ بلا
نورتن واچھڑے اور اس پہ یہ سادا تعویذ

جو سیانے تھے کہوں کیا میں دوانے وہ ہوئے
اس پری رو نے جو ہیں اپنا دکھایا تعویذ

ہیکل اور دھکدھکی دلری سے نہیں اس کو غرض
جس کی چھاتی پہ لٹکتا رہے ایسا تعویذ

اس کی آنکھوں کے نہ دیکھے کبھی بیمار بحال
آبی و آتشی کو لکھ کے پلایا تعویذ

بوترابی نہ اگر حیدری ! ہوتا تو یوں
خاک سے کرب و بلا کے نہ بناتا تعویذ

سر دھر کے ترے خنجر خونخوار تلے ہم
جی سے گئے پیارے! پہ سر مو نہ ہلے ہم

رکھ لخت جگر ہاتوں پہ بادیدۂ خونبار
اے وائے ترے کوچے سے مایوس چلے ہم

دل سوزی نہ کی تو نے کبھی آن کے اک دن
جوں شمع ترے غم میں ہر اک رات جلے ہم

بوسہ تو نہ دے گا کبھی ہاں ہوں ہی کرے گا
سمجھے ہیں بہت تیرے یہ آرے و بلے ہم

ارمان یہی جی میں رہا حیدری اپنے
سوئے نہ کبھی اس کے ذرا لگ کے گلے ہم

کہتے ہو کہ میں خوش ہوں جہاں تک تو غمیں ہو
اچھا یو نہیں سرکار کی مرضی ہو یو نہیں ہو

بے تابی میرے دل کی اگر اس کو یقیں ہو
بے مہر نہ اتنا ہو نہ یوں بر سر کیں ہو

ظلمت کدے میں اپنے ہے یوں روشنئی داغ
جگنو کی چمک جیسے اندھیرے میں کہیں ہو

کیوں اور طرف دل کے تئیں ڈھونڈنے جاؤں
سو بسوے اگر ہووے تو اس وقت وہیں ہو

بو عشق کی چھپتی نہیں ڈرتا ہوں یہ الفت
چرچے میں نہ مشہور کہیں سے نہ کہیں ہو

برآئے نہ زنہار آمید ثمر و گل
جب تک نہ کوئی تخم نمط خاک نشیں ہو

کیا پوچھتے ہو اس کے دم سرد کی یارو!
جو سوختۂ آتش دوری ہو، حزیں ہو

حوروں کا نہ لالچ آسے اے شیخ! تو دکھلا
پہلو سے لگا جس کے وہ غارت گر دیں ہو

ہے زندگی خضر سے بہتر مجھے وہ مرگ
بالیں پہ مری گر وہ دم باز پسیں ہو

اے حیدری! جوں نقش قدم بیٹھ اسی پر
تقدیر کا ہونا ہے جو کچھ سو وہ یہیں ہو

زلف میں اس کی دل مرا، اب تو پھنسا جو ہو سو ہو
دیکھیئے آگے کیا کرے، بخت رسا جو ہو سو ہو

تیغ ستم اگرچہ ہے کوچۂ یار میں بلند
میں بھی چلا ہوں دوستو! سر کو جھکا جو ہو سو ہو

نقد دل اور جان دے ہم نے کیا خرید عشق
آگے نصیب میں لکھا عیش و بلا جو ہو سو ہو

یہ تپ عشق دیکھ کر کہنے لگا مجھے طبیب
شربت وصل بن نہیں اس کی دوا جو ہو سو ہو

بے پئے جام وصل میں پنڈ نہ چھوڑوں دوستو!
کوئی مجھے برا کہے یا کہ بھلا جو ہو سو ہو

قتل کرے کہ چھوڑدے تم نہ کرو کچھ اس میں فکر
لے چلو مجھ کو واں ذرا بہر خدا، جو ہو سو ہو

بے کہے اپنا درد دل جب نہ رہوں گا میں کبھی
خواہ وہ سن کے ہووے خوش خواہ خفا جو ہو سو ہو

فقر دے مجھ کو باغنا غم نہیں اس میں اک ذرا
راضی ہوں میں ہر آن میں اس کی رضا جو ہو سو ہو

دامن آل مصطفےٰ حیدری! دے نہ ہاتھ سے
گو کریں تجھ پر اشقیا جور و جفا جو ہو سو ہو